کتاب و سنت اور اسلافِ امت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ

اشرف الجرائد حیدرآباد

Volume:14 Issue:3 March 2021

مدیر

مولانا محمد عبد القوی

ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد

www.iauth.in

اشرف الجرائد میں شامل تمام مضامین کی تمام جزئیات سے مدیر کا اتفاق ضروری نہیں

آئینۂ مضامین

اشرف الجرائد کی توسیع واشاعت میں حصہ لے کر اشاعتِ دین کا ثواب حاصل فرمائیں۔ ادارہ

درسِ قرآن



جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے

مولانا محمد عبد القادر فرید قاسمی

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ　بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا هٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ ۚ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ

(سورۃ العنکبوت: ۶۴)

ترجمہ: اور یہ دنیوی زندگی کھیل کود کے سوا کچھ بھی نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ دارِ آخرت ہی اصل زندگی ہے، اگر یہ لوگ جانتے ہوتے۔

تشریح: اللہ تبارک وتعالیٰ نے دو گھر بنائے ہیں، ایک کو دار الفنا کہا جاتا ہے دوسرے کو دار البقا، دار الفنا کو دار الامتحان، عارضی، کمزور، مصائب وآلام سے بھرا گھر بنایا گیا، یہاں کی ہر مصیبت فانی اور ہر نعمت میں زوال رکھا گیا، جس نعمت کے حصول کے لئے آدمی تگ ودو کرتا ہے، اپنی قیمتی عمر کو صرف کرتا ہے غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ساری نعمتیں ہیچ اور اس کا انجام مٹنا، ختم ہونا ہے چاہے وہ ماکولات ومشروبات یا ملبوسات، زروزن ہوں یا عمارت وجائیداد ہر ایک کو گہن لگنا ہے، ان سب کے مقدر میں تغیر وتبدیلی کے بعد فنا ہوجانا ہے، انسان کی تمام کاوشوں کا محور ایک لقمہ اور ساری توانائیوں کا انجام دولت وجائیداد کے سوا کچھ نہیں لیکن جب وقت واپسیں درپیش ہو تو یہ تمام چیزیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں وہ اپنے سفر آخرت کی طرف تن تنہا نکل پڑتا ہے، حسرت سے آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتی ہیں، جب نگاہوں کے سامنے سے پردے ہٹائے جاتے ہیں برزخ کے مناظر روبرو ہوتے ہیں تب اپنی غفلت پر افسوس اور اپنی دولت پر ماتم کناں ہوتا ہے۔

اسی حسرت وافسوس سے بچانے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں جگہ جگہ دنیائے دَنی کی بے ثباتی اور اس کی ناپائداری کو واشگاف فرمایا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس دنیا کی حقارت وذلت کو ایسی واضح مثالوں سے ذکر فرمایا کہ ہر سمجھ دار کو دنیا کی اصلیت سمجھنا آسان ہوجائے۔

باری تعالیٰ نے قرآن پاک میں ایک مقام پر دنیا کی دو صفتیں بیان فرمائی ہیں وَمَا هٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ کہ یہ دنیا محض لہولعب کی جگہ ہے جس طرح لہو ولعب کھیل کود کچھ دیر کا تماشہ ہوتا ہے جب کھیل ختم ہوا کھلاڑی ایک طرف تماشہ بیں ایک طرف ہوجاتے ہیں اس کھیل سے دونوں کو کوئی مستقل فائدہ حاصل نہیں ہوتا کچھ اسی طرح دنیا کی مثال بھی ہے کہ یہ ایک کھیل کی جگہ ہے اس کی رنگینیاں، چمک دمک، مکاریاں اس کا کھیل ہیں اور انسانیت تماشہ بیں ہیں، ذرا ہم غور کریں گے تو پتہ چلے گا کہ کھیل کے میدان میں تماشہ بینوں کو کچھ دیر کی لذت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا ایسے ہی اس دنیا کے پیچھے اپنی عمر کو ضائع کرنے والے کو اپنا وقت، اپنا ایمان، اپنی آخرت کی بربادی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ دنیا کو لہولعب کہنے کی دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جس طرح انسان کھیل کود میں مشغول ہوکر اپنے اصل کام سے غافل ہوجاتا ہے ایسے ہی دنیا کے جھمیلوں میں پڑ کر مقصدِ تخلیق کو فراموش کر بیٹھتا ہے اور تیاری آخرت سے بے بہرہ ہوجاتا ہے، دنیا کی وہ تمام چیزیں جو بندہ کو اس کے رب اور شاہِ عرب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غافل کرنے والی ہیں وہ سب فتنہ اور عذاب خداوندی کو دعوت دینی والی اور اخروی خسران کا سبب ہیں، چاہے وہ مال ہو یا تجارت، اولاد ہو یا خاندان اگر یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت واطاعت میں آڑ ہیں تو اب یہ نعمت نہیں زحمت ہیں، کیوں کہ دنیا کمانے، جمانے سے منع نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس پر فخر کرنے اس کو دل میں بسا کر آخرت سے بے توجہی برتنے سے منع کیا گیا ہے اس لئے کہ اصل حیات تو حیاتِ آخرت ہے، دانشمندی یہی ہے کہ اصل اور دائمی حیات کی تیاری کرے نہ کہ عارضی مقام کو سنوارے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کے بے قیمت ہونے کو سمجھاتے ہوئے ایک عیب دار، مردار بکری کے بچہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا فو اللہ للدنیا اھون علی اللہ من ھذا علیکم اللہ کی قسم! اس دنیا کی حیثیت اللہ کے یہاں اس مردار سے بھی زیادہ کمتر ہے، ایک اور دفعہ فرمایا لو کانت الدنیا تعدل عند اللہ جناح بعوضۃ ما سقی کافرا منھا شربۃ ماء اگر اللہ کے یہاں دنیا مچھر کے پر کے برابر بھی قابل وقعت ہوتی تو کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی میسر نہ ہوتا۔ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کو مردار اور اس کے پیچھے پڑے رہنے والے کو کتا قرار دیا، ان مثالوں اور تشبیہات سے دنیا کا اھون واذل ہونا عیاں ہوجاتا ہے۔

حق تعالیٰ اپنے فضل سے دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی پائداری کا استحضار نصیب فرمائے اور اپنے مرضیات کے مطابق عمر گزارنے کی توفیق عطا فرمائے آمین



درسِ حدیث

کسی بھی گناہ کو معمولی نہ سمجھیں!

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی مدظلہ*

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ یَا عَائِشَةُ إِیَّاكِ وَمحقَّرَاتِ الذُّنُوبِ فَإِنَّ لها من الله طالبا (رواه ابن ماجه والدارمي والبيهقي في شعب الايمان)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے عائشہ! اپنے کو اُن گناہوں سے بچانے کی خاص طور سے کوشش اور فکر کرو، جن کو حقیر اور معمولی سمجھا جاتا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی بھی باز پرس ہونے والی ہے۔

تشریح: جن لوگوں کو آخرت اور حساب کتاب کی کچھ فکر ہوتی ہے، اور جو اللہ کے عذاب اور اس کی پکڑ سے ڈرتے ہیں، وہ کبیرہ گناہوں سے بچنے کا تو عام طور سے اہتمام کرتے ہیں، لیکن جو گناہ ہلکے اور صغیرہ سمجھے جاتے ہیں، ان کو خفیف اور معمولی سمجھنے کی بنا پر اللہ کے بہت سے خدا ترس بندے بھی ان سے بچنے کی فکر زیادہ نہیں کرتے، حالانکہ اس حیثیت سے کہ وہ گناہ ہیں، اور ان کے کرنے میں بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی ہوتی ہے، اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی بھی باز پرس ہونی ہے، ہمیں ان سے بچنے کی بھی پوری پوری فکر اور کوشش کرنی چاہئے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو یہی نصیحت فرمائی ہے بہ ظاہر اس کی خاص مخاطب حضرت عائشہ صدیقہؓ ہیں؛ لیکن در حقیقت یہ انتباہ اور یہ ہدایت و نصیحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اپنی امت کے سب مردوں اور عورتوں کے لیے ہے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص گھر والوں کو بھی اس فکر اور احتیاط کی ضرورت ہے، تو ہما شما کے لئے اس میں غفلت اور بے پروائی کی کیا گنجائش ہے۔

(معارف الحدیث)

* مہتمم دار العلوم دیوبند

حقیقت یہ ہے کہ صغیرہ گناہ اگرچہ کبیرہ کے مقابلہ میں صغیرہ ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا باعث ہونے کی حیثیت سے اور اس حیثیت سے کہ آخرت میں اس کی بھی باز پرس ہونے والی ہے ہرگز صغیرہ اور ہلکا نہیں ہے، دونوں میں بس اتنا ہی فرق ہے جتنا کہ زیادہ زہریلے اور کم زہریلے سانپوں میں ہوتا ہے، پس جس طرح کم زہر والے سانپ سے بھی ہم بچتے ہیں اور بھاگتے ہیں، اسی طرح ہمیں صغیرہ گناہوں سے بھی اپنے کو بچانے اور محفوظ رکھنے کی پوری کوشش کرنی چاہئے، یہی اس حدیث کا منشا اور مقصد ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت انسؓ نے اپنے زمانہ کے لوگوں سے فرمایا: تم لوگ بہت سے اعمال ایسے کرتے ہو کہ تمہاری نگاہ میں وہ بال سے بھی زیادہ باریک (یعنی بہت ہی ہلکے اور چھوٹے) ہیں، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ان کو مہلکات (ہلاک کرنے والی چیزوں) میں شمار کرتے تھے۔ (صحیح بخاری)

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ کسی بھی گناہ کو چھوٹا، کم تر اور معمولی نہ سمجھا جائے۔ گناہ چھوٹے ہوں یا بڑے حق تعالی کی طرف نظر کرتے ہوئے گناہ بہر حال گناہ اور خالق و مالک کی نافرمانی ہے۔ گناہوں سے بچنے میں لاپرواہی برتنا، گناہوں پر اصرار کرنا، صغیرہ گناہوں کو کچھ نہ سمجھنا، اپنے آپ کو تباہ کرنے کے مترادف ہے۔ صحابہ کرامؓ معمولی گناہ کو بھی مہلکات میں شمار کرتے تھے اور ہم بڑے گناہ کو بھی بڑا نہیں سمجھتے۔

خلاصہ یہ کہ جس گناہ کو اصطلاح میں صغیرہ یا چھوٹا کہا جاتا ہے اس کے یہ معنی کسی کے نزدیک نہیں ہیں کہ ایسے گناہوں کے ارتکاب میں غفلت یا سستی برتی جائے اور ان کو معمولی سمجھ کر نظر انداز کیا جائے؛ بل کہ صغیرہ گناہ کو بے باکی اور بے پرواہی کے ساتھ کیا جائے، تو وہ صغیرہ بھی کبیرہ ہو جاتا ہے۔ البتہ گناہوں کے مفاسد اور نتائج بد اور مضر ثمرات کے اعتبار سے ان کے درمیان میں فرق ضروری ہے، اس فرق کی وجہ سے کسی گناہ کو کبیرہ اور کسی کو صغیرہ کہا جاتا ہے۔

ابتدائیہ

خود جاگو اوروں کو جگاؤ!

از: مولانا خواجہ نصیرالدین قاسمی

علم؛ انسانیت کا وصفِ امتیازی ہے، اسی سے اُسے عزت وشرافت، اور دوسری مخلوقات پر فوقیت وبرتری حاصل ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک علم کی اس قدر اہمیت ہے کہ اُسے عالمِ ازل میں فرشتوں پر برتری کا ذریعہ بنایا اور آخری اُمت کے لئے سب سے پہلی وحی علم حاصل کرنے کی اُتاری، بلکہ کتاب اللہ میں اُسے مقامِ احسان و امتنان میں ذکر فرمایا، علم حق تعالیٰ کی ذات وصفات پر یقین، آیاتِ قدرت، اور اس کی وحدانیت پر وثوق کا ذریعہ ہے، اس کے فرامینِ عالیشان اور تعلیماتِ نبوی تک رسائی علم ہی کے ذریعہ ہوتی ہے، علم ہی سے کلامُ اللہ کا فہم نصیب ہوتا ہے، علم ہی سے مرضیات ونامرضیات رب کا پتہ چلتا ہے، علم ہی ہر طرح کی ضلالت وگمراہی اور جہالت وسفاہت کا تریاق ہے، اور علم ہی سے دارین میں سرخروئی حاصل ہوتی ہے، اسی وجہ سے دین کا علم حاصل کرنا افضل العبادات اور احسن الاعمال میں سے ہے، شریعت نے مسلمانوں کو دین کا علم حاصل کرنے کی بہ طور خاص تاکید کی، اُنھیں احکامِ الٰہی پر عمل کا پابند بنایا اور صاف لفظوں میں یہ اعلان کیا کہ علم کے بہ غیر کوئی عمل نہ صحیح ہوسکتا ہے نہ مقبول۔

مسلمان سنِ بلوغ سے لے کر وفات تک زندگی کے تمام مراحل میں احکامِ دین کا مکلف ہے، زندگی کے ہر شعبہ میں اُسے سوچنا اور غور کرنا ہے کہ اس کا کوئی قول وعمل، کوئی نقل وحرکت مرضئ رب کے خلاف تو نہیں ہورہی ہے، کون سے اُمور اس کے لئے حلال، جائز اور درست ہیں اور کن امور کو شریعت نے حرام، ناجائز اور غلط قرار دیا ہے، جب تک اس کا علم نہیں ہوگا وہ اپنے مقصدِ حیات (عبدیت وبندگی) میں کامیاب نہیں ہوگا۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت عرب میں جہالت عروج پر تھی اور کفریات وشرکیات کا دور دورہ تھا، قوم مالکِ حقیقی کے بجائے اصنام وکواکب، اشجار واحجار کو اپنا معبود بنائی ہوئی تھی، اخلاقی ومعاشرتی

خرابیاں عروج پر تھیں، ان سب مفاسد کی اصلاح کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کی دعوت کے ساتھ ساتھ تعلیم و تعلم کو فروغ دیا، ہر مسلمان کے لئے تعلیم کو ضروری قرار دیا اور اس کے فضائل بیان فرمائے تاکہ امت میں علم دین کے حاصل کرنے کا شوق و ذوق پیدا ہو اور بہت سی معاشرتی و اخلاقی خرابیاں ختم ہوں، یہی وجہ ہے کہ عہدِ نبوی میں جو اسلام قبول کرتا وہ قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرتا اور نبی علیہ السلام کی بافیض مجالس سے فائدہ اُٹھاتا اور اپنی ظلوم وجہول زندگی کو علم کے نور سے منور کرتا۔ چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو طلب علم پر زور دیتے ہوئے فرمایا:

طلب العلم فریضة علی کل مسلم ہر مسلمان پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔

(ابنِ ماجہ)

شارحِ مشکوٰۃ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں علم سے مراد علم شریعت ہے۔

امام بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ علم سے مراد ایسا علم ہے جس کا حاصل کرنا بندہ کے لئے ضروری ہے جیسے خالق تعالیٰ کی معرفت، اس کی وحدانیت اور اس کے رسول کی رسالت و نبوت کا علم، نماز کا طریقہ (وغیرہ) ان کا حاصل کرنا فرض عین ہے اور تفصیلی علم حاصل کر کے مقامِ افتاء واجتہاد کو پہنچنا فرض کفایہ ہے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم کا فائدہ بتاتے ہوئے فرمایا: ایک آیتِ قرآنی سیکھو! یہ تمہارے لئے سو رکعت (نفل) پڑھنے سے افضل ہے اور دین کا ایک مسئلہ سیکھ لو! اس پر عمل ہو یا نہ ہو یہ تمہارے لئے ہزار رکعت (نفل) پڑھنے سے بہتر ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، فرائض (اسلام یا میراث) کا علم حاصل کرو اور لوگوں کو سکھاؤ قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، اس لئے کہ میں تو جانے والا ہوں، اور (میرے بعد) علم اُٹھ جائے گا، اور فتنے ظاہر ہو جائیں گے یہاں تک کہ دو آدمیوں میں فرائض کے علم میں اختلاف ہوگا مگر وہ کسی فیصل کو نہیں پائیں گے۔'' (دارمی، دارقطنی)

ان ہدایات وترغیبات کا اثر یہ ہوا کہ صحابہ کرامؓ میں حصول علم کا بہت شوق پیدا ہوا، مرد وعورت، بچے و بوڑھے، شہری و دیہاتی سبھی کو علم حاصل کرنے کی فکر ہوئی، اور احکامِ شریعت سے آگاہی کا داعیہ پیدا ہوا، صحابہ کرامؓ نے آپس میں یوں نظام بنالیا تھا کہ کوئی مجلس نبوی میں اپنے کسی کام سے حاضر نہ ہو سکے تو مجلس میں موجود صحابہ کرامؓ بعد میں اُنھیں تعلیماتِ نبوی سکھا دیا کریں۔ اس طرح علم کا نورانی ماحول بنتا گیا، ہر طرف علمی حلقے اور دینی مجالس قائم ہونے لگیں اور لوگ مستفید ہونے لگے۔

دوسری طرف قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو تنبیہ و تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ خود کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم سے بچانے کی فکر کریں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا (التحریم:۶)

اے ایمان والو! خود کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

امام قشیریؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول پر حضرت عمرؓ نے پوچھا یارسول اللہ! ہم اپنے آپ کو تو بچائیں گے، لیکن اپنے اہل وعیال کو کیسے بچائیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اُنھیں اُن باتوں سے منع کرو جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے اور اُن باتوں کی ہدایت دو جن کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ (تفسیر قرطبی)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے: قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا کا مطلب ہے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کی نافرمانی سے بچو، اپنے اہل وعیال کو قرآن کریم کی تعلیم دو، اللہ تعالیٰ تم کو جہنم سے بچائے گا۔

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ اُنھیں اللہ کی اطاعت کا حکم دو، اس کی نافرمانی سے روکو، تمہیں چاہیئے کہ تم اُن پر اللہ کے احکام نافذ کرو، اور ان کو اسی کا حکم دو، اور (اُن احکام پر عمل کرنے میں) ان کی مدد کرو، اور جب تم اُنہیں اللہ کی کسی نافرمانی میں پاؤ تو اس سے روکو اور ان کو اس پر تنبیہ کرو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بچوں کی اچھی تربیت کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: کسی والد نے اپنی اولاد کو کوئی تحفہ ایسا نہیں دیا جو اچھے ادب (یعنی علم) سے بڑھ کر ہو۔ (ترمذی: ۱۹۵۲)

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: بچے جب سات سال کے ہو جائیں تو نماز کا حکم دو، اور جب دس سال کے ہو جائیں اور نماز چھوڑیں تو اُنھیں (ہلکی سی تنبیہی مار) مارو، اور انُ کے بستر ے ایک دوسرے سے الگ کرو۔ (ابوداؤد: ۴۹۵) فقہاء نے فرمایا کہ نماز کا ذکر بہ طور مثال کے فرمایا۔

مطلب یہ ہے کہ دین کے احکام بتانا سات سال کی عمر سے شروع کردو، اور دس سال کی عمر میں احکامِ شریعت میں بے پروائی پر تنبیہ کرو، اور اخلاقی بے راہ روی میں مبتلا ہونے کے اسباب سے دور رکھو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ماتحتوں کی تعلیم وتربیت کے سلسلے میں آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے، وہ اپنے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا، حکمراں اپنی رعایا کا ذمہ دار ہے وہ اُن کے بارے میں مسئول ہوگا اور آدمی اپنے گھر والوں کا ذمہ دار ہے وہ ان کے بارے میں پوچھا جائے گا''۔ (بخاری: ۲۴۰۹)

معلوم ہوا کہ علم دین کا خود حاصل کر لینا کافی نہیں ہے، اپنے اہل وعیال کو دین دار بنانا اور انھیں علمِ دین سے آراستہ کرنا بھی گھر کے سربراہ کی ذمہ داری میں داخل ہے اور اس پر عائد اسلامی فریضہ ہے، نہیں تو انجامِ کار

دوزخ میں جلنا ہوگا۔

چناں چہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے اپنے اہل وعیال اور عزیز اقارب کو دین سکھانے کی برابر فکر کرتے رہے، اُنھیں اللہ کے حقوق وفرائض، تقویٰ وطہارت اور آدابِ زندگی وحسن معاشرت کی تعلیم دیتے رہے، اوراس فریضہ کی ادائیگی سے کبھی غافل نہ ہوئے، معاشرہ کے تمام ہی افراد کے لئے حصول علم کے مواقع فراہم کئے، اور جو لوگ تعلیم پاتے رہے وہ اگلوں کو دین سکھلاتے رہے۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کتاب اللہ سیکھو اور اس کی حفاظت کرو، اُسے (تجوید کے ساتھ) عمدہ لب ولہجہ میں پڑھو، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے یہ رسی سے بندھی ہوئی حاملہ اونٹنیوں سے بھی زیادہ (بہت جلد سینوں سے) نکل جانے والا ہے۔

(مسند احمد: ۱۷۳۱۷)

مالک بن حویرثؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیس دن رہے جب گھر کی یاد آئی اور واپسی کی اجازت کے لئے حاضر ہوئے تو اجازت دے دی اور فرمایا کہ ''جاؤ اپنے اہل وعیال میں رہو، اُنھیں بھلی باتیں سکھاؤ اور علم سکھاؤ۔۔۔(دارمی: ۱۲۸۸)

صحابیات نے ایک دفعہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ مرد دین سیکھنے میں ہم پر غالب آگئے ہیں، آپ ہمارے لئے بھی دین کی مجلسیں منعقد فرمائیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے ایک دن مقرر کیا اور اس میں وعظ فرمایا کرتے تھے۔ (بخاری: ۱۵۱)

شرحِ زرقانی میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہمارے لئے بہترین ہم نشیں کون ہے؟ یا یہ کہ ہم کس کی مجالس میں شریک ہوا کریں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کی مجالس میں جنھیں دیکھ کر رب کی یاد آئے، ان کی گفتگو تمہارے علم میں اضافہ کا سبب ہو اور ان کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔

اہل وعیال اور برادرانِ اسلام کے دین کی فکریں انبیاء سابقین علیہم السلام اور اُن کے متبعین کرتے آئے ہیں، حضرت ابراھیم علیہ السلام کی اپنے لئے اور اپنی ذریت کے لئے اقامت صلوٰۃ اور دوسری خیر کی دعائیں، حضرت اسماعیل علیہ السلام کا اپنے اہل کو نماز وزکوٰۃ جیسی طاعات کی تلقین کرنا، حضرت یعقوب علیہ السلام کی اپنے بچوں کے عقائد وایمان کی سلامتی کی فکر، حکیم لقمان کی اپنے بیٹے کو نصائح وغیرہ قرآن مجید میں مذکور ہیں۔

مذکورہ بالا تفصیل سے دو باتیں سامنے آئی ہیں ایک یہ کہ ہر مسلمان پر ضروری علم دین کا حاصل کرنا فرض

ہے، دوسرے یہ کہ اپنے اہل وعیال اور ماتحتوں کو بھی دینی تعلیم سے آراستہ کرنا ضروری ہے۔

ان دونوں ذمہ داریوں میں کوتاہی کا نتیجہ امت بھگت رہی ہے، امثال وشواہد واقعات وحالات کی تفصیل میں گئے بغیر سرسری نظر ڈالیں کہ ایمانیات مثلاً باری تعالیٰ کی ذات وصفات، توحید ورسالت، موت مابعد الموت کے احوال، سفر معراج کے حقائق، معجزات انبیاء وکرامات اولیاء، احوال برزخ سے متعلق عقائد میں کم علمی کے سبب امت ارتداد والحاد کے نرغے میں ہے، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، قربانی، انفاق فی سبیل اللہ کے ضروری احکام کا صحیح علم نہ ہونے سے عبادات نقص وکمی اور غفلت ولا پرواہی کی نذر ہوگئی ہیں۔ آپسی لین دین، خرید وفروخت، نکاح وطلاق، اجارہ ورہن وغیرہ معاملات میں دین وشریعت کا پاس ولحاظ نہ ہونے سے فریب ودھوکہ دہی، جھوٹ وخیانت، بحث ومباحثہ، لڑائی جھگڑے، ظلم وزیادتی عروج پر ہے۔ حقوق العباد کا علم نہ ہونے اور اس کی ادائیگی میں بے پروائی کی وجہ سے عائلی زندگی میں ہر ایک دوسرے سے نالاں وناراض اور حقوق طلبی کے لئے دست وگریباں ہے۔ اخلاق وآداب سے ناواقفیت نے بدعنوانی کو مسلم سماج کی پہچان بنا دیا ہے۔ کبر وغرور، غیظ وغضب، حقد وحسد، تحقیر وتذلیل، ریا ونمود، خودرائی وخودستائی جیسی مہلک بیماریوں نے فہم وفراست، نصح وخیرخواہی تواضع وعاجزی، ہمدردی وغم خواری جیسی اعلیٰ صفات سے مسلمانوں کو محروم کر دیا ہے۔ مختصر یہ کہ دین اور اسلامی تعلیمات سے دوری نے امتِ مسلمہ کو ہلاکت وتباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے۔

ہماری اس پستی کا علاج ان نبوی تعلیمات میں ہے جنہیں مضمون کے ابتداء میں ذکر کیا گیا ہے کہ علماء کرام اپنے بیانات میں دین کی اہمیت وافادیت کو بیان کریں، اس کی ضرورت کا احساس قوم میں پیدا کریں، اشاعتِ دین کے مفید ومؤثر اسباب وذرائع اختیار کریں، عام مسلمان قرآن کریم کی تعلیم حاصل کریں، تمام شعبہائے حیات سے متعلق احکامِ دین اور مامورات ومنہیات کو جانیں، اخلاقِ حسنہ اور صفاتِ عالیہ سے خود کو آراستہ کریں، صحابہ کرامؓ نے جس طرح دین سیکھنے کے لئے اپنی مصروفیات سے وقت نکالا ہے، اسی طرح اپنی مصروفیات سے وقت فارغ کریں، دین کے سیکھنے کے مواقع وذرائع سے فائدہ اُٹھائیں، اپنے گھروں میں خواتین کے ہفتہ واری یا پندرہ روزہ دینی مجالس کا انتظام کریں تاکہ وہ بھی دین سیکھیں یا خود سیکھ کر اُنھیں بھی سکھائیں، اپنے بچوں میں سے کسی ایک کو حافظ عالم ضرور بنائیں، باقی بچوں کے لئے قرآن مجید کی باتجوید تعلیم اور دینی احکام ومسائل کے سکھانے کا انتظام کریں، ان کی اخلاقیات کی نگرانی کریں، بُری باتوں سے روکیں بھلی باتیں بتائیں، بُرے دوستوں اور بُری محفلوں میں شرکت سے روکیں، انٹرنیٹ کی برائیوں سے بھی باز رکھیں، گمراہ کرنے والی ویب سائٹس سے دور رکھیں، اُنھیں عقائد اسلام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں بتائیں، اہل اللہ کی صحبتوں اور مجلسوں

میں شریک کریں، بچیوں کو پردہ کے احکام ضرور بتائیں، محرم نامحرم کا فرق سمجھائیں، رشتے کے دوسرے بھائیوں کلاس کے ساتھیوں کے ساتھ بے تکلفی کے نقصانات سے آگاہ کریں، الغرض دین سیکھنے سکھانے کی جو ممکنہ کوششیں اور تدبیریں ہوسکتی ہیں وہ اپنائیں تو اُمید ہے کہ بے دینی، الحاد و لادینیت کی تیز آندھیوں سے ہماری نسلیں اپنے آپ کو بچا پائیں گے۔

علم کی شمع ہاتھ میں لے کر
سب کو اپنے ساتھ میں لے کر
منزل منزل بڑھتے جاؤ
خود جاگو اَوروں کو جگاؤ

حق تعالیٰ دین کا صحیح علم اور اہل وعیال کو دین دار بنانے کے فریضے کو بہ حُسن وخوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین وصلی اللہ علی النبی الکریم۔

(بقیہ صفحہ ۱۸ سے)

''خدا کی قسم! تم دین حق کی مخالفت کرنے اور خدا کے سچے رسول کو جھٹلانے میں بڑے سخت تھے، آج موقع ہے کہ اس رزمگاہ میں دین حق کی سربلندی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کے لئے اپنی جان قربان کردو تا کہ خدا کے سامنے سرخرو ہو جاؤ''۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو اس پر بہت غیرت ہوئی اور پلٹ کر دشمن کے ٹڈی دل میں گھس گئے اور نہایت جانبازی سے لڑے۔

اسی جنگ میں ایک اور موقع سے رومی عورتوں کی خیمہ گاہ تک آپہنچے، تمام عورتوں نے (جن میں اُم المؤمنین حضرت جویرہ رضی اللہ عنہا، ام ابان، ام حکیم اور خولہ اور ہند بھی شامل تھیں) اپنے خیموں کی چوبیں اکھاڑ کر رومیوں پر حملہ آور ہوگئیں اور رومیوں کا منہ پھیر دیا، جب تک مسلمانوں کا ایک دستہ ان کی مدد کو نہ پہنچا وہ ڈٹ کر مقابلہ کرتی رہیں اور متعدد کو واصل جہنم کر دیا۔

وفات

حضرت ہند نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وفات پائی، ان کی اولاد میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہا بہت مشہور ہیں۔ (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ: ہند بنت عتبہ، ۸/۳۴۶، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

گوشۂ سیرت

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سادگی

از: مرتب

اُم المؤمنین صدیقہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: ایک انصاری خاتون ہمارے گھر چلی آئیں، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر دیکھا، جو دو تہے چادر کا تھا۔

وہ اپنے گھر چلی گئیں، اور ایک بچھونا بھیجا جس میں اُون بھرا ہوا تھا۔ (یعنی کچھ آرام دہ بستر تھا)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھر تشریف لائے اور جب یہ (نیا بستر دیکھا) تو دریافت کیا فرمایا:

عائشہ! یہ کیا ہے؟

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کہ فلاں انصاری خاتون میرے پاس آئی تھی، اس نے آپ کا بچھونا دیکھا، گھر جا کر یہ بچھونا بھیج دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ بستر واپس کردو۔

میں نے کہا: کیوں واپس کروں! میں تو چاہتی ہوں کہ ایسا بستر میرے گھر میں رہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین دفعہ فرمایا: واپس کردو۔ اور میں انکار کرتی رہی۔

پھر آپ نے فرمایا: عائشہ! واپس کردو۔

اللہ کی قسم اگر میں چاہوں تو اللہ تعالیٰ میرے لئے سونے چاندی کے پہاڑ چلادے۔

(دلائل النبوۃ: ۱/ ۲۷۵)

(مسند ابی یعلی میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:) ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام کہا ہے: اور پوچھا ہے کہ آپ نبیِ بندہ بننا چاہتے ہیں یا نبیِ بادشاہ؟ میں نے جبرئیل سے مشورہ کے بعد اپنے لئے بندہ نبی بننے کو پسند کیا۔ چناں چہ اس کے بعد آپ ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتے تھے، بندہ کی طرح بیٹھتے، بندہ ہی کی طرح کھانا کھایا کرتے تھے۔

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

گوشہ خواتین

اسلام کی باکمال خواتین

حضرت ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا

از: مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی*

نام ونسب

ہند یا ہندہ نام ہے، باپ کا نام عتبہ بن ربیعہ تھا، جو قریش کا معزز سردار تھا، ماں کا نام ’’صعیہ بنت امیہ‘‘ تھا، پہلے ایک شخص ’’حفص بن مغیرہ مخزومی‘‘ کی زوجیت میں رہیں، پھر ان سے نباہ نہ ہونے کی وجہ سے ’’ابوسفیان بن حرب‘‘ کے نکاح میں آئیں۔ (اسد الغابۃ: ہند بنت عتبہ: ۷/۲۸۱)

ہند کی اسلام دشمنی

ہند کا باپ عتبہ اور شوہر ابوسفیان اسلام کے سخت ترین دشمن تھے، اسلام دشمنی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت ہونے نہیں دیتے، شمع رسالت کو بجھانے کے لئے بہت تگ ودو کی، انہیں کی ایذاء رسانیوں کے نتیجہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ سے مدینہ کی سمت ہجرت کرنی پڑی، مشرکین مکہ پھر بھی سازش سے باز نہیں آئے، بڑے ساز وسامان کے ساتھ مدینہ منورہ پر حملہ کی ٹھانی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے میدان میں ان کا مقابلہ کیا، جس میں ہند کا باپ ’’عتبہ‘‘ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا اور ابوجہل بھی کیفر کردار کو پہنچ گیا، کفار کو شکست فاش سے دوچار ہونا پڑا، مکہ کی سمت بھاگ پڑے، اس کے بعد مشرکین مکہ کی قیادت وزمام ابوسفیان بن حرب کے ہاتھوں میں آئی، زمام قیادت سنبھالنے کے بعد اس نے مسلمانوں سے جنگ بدر کا بدلہ لینے کی ٹھانی، ہند بھی نہایت خوش وخروش کے ساتھ اپنے شوہر کا اس سلسلے میں ہاتھ بٹایا، بڑی شعلہ بیان مقرر تھیں، باپ کے قتل نے ان کے دل میں جذبہ انتقام کے شعلے بھڑکائے، سن ۳ھ ہجری میں مشرکین مکہ نے ابوسفیان کی زیر قیادت بڑی تیاری کے ساتھ مدینہ پر حملہ آور ہونے کا پلان بنایا، جس کے نتیجے میں غزوہ احد درپیش ہوا، ہندہ خصوصاً اپنے باپ کے قاتل حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے انتقام لینا چاہتی تھیں، چنانچہ انہوں نے ’’جبیر بن مطعم‘‘ کے غلام

* رفیق دار التصنیف والارشاد، واستاذ حدیث دار العلوم دیودرگ

''وحشی'' کوحضرت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل پر آمادہ کیا، وحشی بھالا پھینکنے میں زبردست مہارت رکھتے تھے، جب جنگ میں زور کا رن پڑا، تو ہند نہایت اشتعال انگیز رجز پڑھ کر کفار کو جوش دلاتی تھیں، حضرت حمزہؓ نہایت ہی زیادہ بہادری اور بے مثال جرائت وشجاعت کا مظاہرہ کررہے تھے، جدھر رخ کرتے کشتوں کے پشتے لگادیتے، تقریباً تیس کفار کو واصل جہنم کردیا، ''وحشی'' نے ایک چٹان کی آڑ لے کر ان پر بھالے سے حملہ کیا، جو جسم کے پار ہولیا اور روح قفس عنصری سے پرواز کرگی، ہندہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہا کا مثلہ کیا، جوش انتقام میں ان کا پیٹ کاٹ کر کلیجہ کو نکال کر چبا گئیں؛ لیکن گلے میں نہ اترتا تھا، اس کے لئے اگلنا پڑا۔ نبی کریم ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی نہایت ہی زیادہ صدمہ ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء، غزوۃ أحد، ۱/ ۴۱۸)

ہند کا قبول اسلام

سن ۸ ہجری میں رسول اکرم ﷺ نے مکہ فتح کیا اور فاتحانہ شان کے ساتھ دس ہزار صحابہؓ کی معیت میں مکہ میں داخل ہوئے، اس وقت کوئی طاقت ایسی نہ تھی جو رسول اللہ ﷺ کو انتقام لینے سے باز رکھے، لیکن رحمت دو عالم ﷺ کی شان رحیمی کہ آپ نے اپنے بدترین دشمنوں کو بھی معاف کردیا، بلکہ یہ اعلان بھی کردیا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ گزیں ہوجائے اس سے بھی کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا، ابوسفیان رضی اللہ عنہ اس موقع سے حلقہ بگوش اسلام ہوگئے، ہند پر بھی اسلام کی صداقت واضح ہوگئی، چنانچہ برقعہ پوش خواتین کی معیت میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئیں، بیعت کے لئے دست بستہ عرض گذار ہوئیں، اس موقع پر رسول اللہ ﷺ سے نہایت بے باکانہ گفتگو کی۔

ہندہ نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ ہم آپ سے کن باتوں پر بیعت لیں؟۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: شرک نہ کرو اور خدا کی وحدانیت کا اقرار کرو۔

ہندہ نے پوچھا: یہ عہد آپ ﷺ نے مردوں سے نہیں لیا، لیکن ہمیں منظور ہے

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: چوری نہ کرو

ہندہ نے کہا: میں اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کبھی کچھ خرچ کر ڈالتی ہوں، معلوم نہیں کہ یہ جائز بھی یا نہیں؟

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اولاد کو قتل نہ کرو۔

ہندہ نے جواب دیا: ہم نے تو اپنے بچوں کو پالا تھا (یعنی قتل نہیں کیا تھا) جب بڑے ہوئے تو آپ نے انہیں قتل کردیا۔ ''وقد ربیناھم صغارا و قتلتھم کبارا''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عفو ودرگذر کے مجسم تھے، ہندہ نے گرچہ ان کے محبوب چچا کے جگر کو چبایا تھا اور پھر اس موقع پر بھی ایسے بے باکانہ بلکہ گستاخانہ گفتگو کی، لیکن رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تمام خطاؤں کو معاف کردیا، ہندکو اپنی جان بخشی کی امید تو نہیں تھی، لیکن دامن نبوی سے رحمت کے جھونکے ان کو کیا مس کر گئے، دل کی دنیا یکسر بدل گئی اور وہ صدق دل سے تائب ہوکر مسلمان ہوگئیں، ان کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے

''یارسول اللہ! اس سے پہلے آپ سے بڑھ کر میرے لئے کوئی مبغوض نہیں تھا، لیکن آج حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر میرے لئے کوئی محبوب نہیں ہے'' (دیکھئے، اسد الغابۃ، ہند بنت عتبہ: ۷/۲۸۱، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔

اسلام کی خدمت میں

پھر گھر جا کر اپنے معبودوں کو توڑ دیا، قبول اسلام کے بعد حضرت ہندہؓ کی زندگی خدمتِ اسلام کے لئے وقف ہوگئی، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب روم وفارس کی مہمات پیش آئیں تو حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے شوہر ابوسفیان کے ساتھ مجاہدین اسلام کے لشکر میں شامل ہوکر بڑے جوش وخروش کے ساتھ حصہ لیا، جس قدر جوش خروش مسلمانوں کے خلاف صف آراء ہونے میں کیا تھا اس سے کئی زیادہ گنا جوش وخروش کا مظاہرہ کفار کے خلاف جنگ میں حصہ لینے پر کیا اور اپنے قبول اسلام سے قبل اسلام دشمنی کا کفارہ ادا کرنے کے لئے دل وجان کی بازی لگادی، جانبازی اور استقلال کے بڑے جوہر دکھائے۔

اسی طرح جب ملک شام کی جنگ میں ''جنگ یرموک'' جو ایک فیصلہ کن اور زبردست جنگ تھی، جس میں شام نے اپنی پوری طاقت جنگ کی آگ میں جھونک دی، بعض روایتوں کے مطابق رومی لشکر کی تعداد دولاکھ کے لگ بھگ تھی اور ایک روایت کے مطابق دس لاکھ کے قریب تھی، مجاہدین اسلام کی تعداد تیس اور چالیس ہزار کے درمیان تھی، اس جنگ میں حضرت ہندؓ اور ان کے شوہر حضرت ابوسفیانؓ نے شرکت کی، بڑی خوفناک جنگ ہوئی جس میں کئی مسلمانوں کے قدم پیچھے ہٹے، لیکن عورتوں نے غیرت دلائی اور خیموں کی چوبیں اکھاڑ کر یا پتھر ہاتھ میں لے کر رومیوں پر حملہ آور ہوگئیں، حضرت ہند رضی اللہ عنہا رجز پڑھ پڑھ کر مسلمانوں میں جوش پیدا کرتی تھیں، اگر کوئی مسلمان لڑائی سے پیٹھ پھیرتا تو اس کے گھوڑے کے منہ پر خیمے کی چوب مار کر غیرت دلاتیں کہ جنت چھوڑ کر جہنم خریدتے ہو اور اپنی عورتوں کو رومیوں کے حوالے کرتے ہو، یہ ہند اور دوسری خواتین کی استقامت اور غیرت ہی تھی کہ پیچھے ہٹتے ہوئے مسلمان پلٹ کر اس زور سے رومیوں پر حملہ کرتے کہ ان کے پرخچے اڑا دیتے۔ اسی لڑائی کے موقع پر پیچھے ہٹنے والوں میں بعض دیگر مسلمانوں کے ساتھ حضرت ابوسفیان بھی تھے، ہند نے انہیں دیکھ لیا اور اپنے خیمے کی چوب لے کر لپکیں اور کہا:۔۔۔۔۔ (بقیہ صفحہ: ۱۴ پر)

گوشۂ خواتین

اسلام میں عورتوں کے حقوق: اغیار کی نظر میں

۸ر مارچ عالمی یوم خواتین کی مناسبت سے

از: مولانا تنویر خالد قاسمی

مذہب اسلام اس دنیا میں اس وقت آیا ہے، جب انسانیت دم توڑ رہی تھی، انسانی ظلم وجور پر ظلم کی تاریخ بھی آنسو بہا رہی تھی اور عدل ومساوات کی روح تقریباً عنقا ہو چکی تھی۔ اسلام نے ایسے نامساعد حالات کے باوجود انصاف وبرابری کا نعرہ بلند کیا، اور عملاً بھی اس کی شاندار تصویر پیش کی، اور حاکم ومحکوم، آقا وغلام اور اونچ ونیچ کے ناہموار ٹیلوں سے بھرے صحرائے انسانیت میں عدل وانصاف، برابری ومساوات اور یکسانیت وہم آہنگی کے پھول کھلا کر ہر سو نسیم صبح چلا دی۔

"مشتے از خروارے" کے طور پر اسلامی مساوات میں ہم "حقوق نسواں" پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ جو عورت عالم گیتی پر جانوروں، بلکہ جانوروں سے بھی زیادہ بے وقعت ومظلوم تھی، کو اسلام نے ذلت ونکبت کے تحت الثریٰ سے اٹھا کر بلندی وعظمت کے بام ثریا پر رونق افروز کر دیا، اور اسے ایسے ایسے حقوق عطا کئے جس کا تصور بھی اسلام سے پہلے ناممکن اور معدوم تھا...، مگر آج جبکہ ہر طرف سے اسلام پر یورش ہو رہی ہے اور طرح طرح کی بے جا تنقیدوں اور لغو اتہامات کا نشانہ بنایا جا رہا ہے اور اسلامی اقدار وروایات کو ناقص بلکہ ظلم اور عدم مساوات سے عبارت گردانا جا رہا ہے اور زور وشور سے اس بات کا پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے کہ اسلام نے عورتوں کو اس کے جائز حقوق سے محروم رکھا ہے، اور اس کے ساتھ عدل ومساوات کا معاملہ نہیں کیا، حالانکہ اگر عقل وخرد کو تعصب سے پاک وصاف رکھا جائے اور دل ودماغ سے منصفانہ جائزہ لیا جائے تو یہ بات آفتابِ نیم روز کی طرح عیاں ہو جائے گی، کہ عورت چونکہ تمدن انسانی کا محور ومرکز ہے، گلشن ارضی کی زینت ہے، اس لئے اسلام نے باوقار طریقے سے اسے ان تمام معاشرتی حقوق سے نوازا جن کی وہ مستحق تھی، چنانچہ اسلام نے عورت کو گھر کی ملکہ قرار دیا، دیگر اقوام کے برعکس اسے ذاتی جائداد ومال رکھنے کا حق عطا کیا، شوہر سے ناچاقی کی صورت میں

خلع کی صورت دکھلائی، وراثت میں اس کا حصہ مقرر کرایا، اسے معاشرہ کی قابل احترام ہستی قرار دیا اور اس کے تمام جائز قانونی حقوق کی نشان دہی کی، حاصل یہ ہے کہ اسلام نے عورتوں کو جس قدر حقوق دیے ہیں، خواہ اس کا تعلق ذاتی جائداد وراثت سے ہو یا شادی یا طلاق کا مسئلہ ہو، کوئی دوسرا مذہب اس کا عشر عشیر بھی پیش کرنے سے عاجز وقاصر ہے۔

دوسری طرف اگر آج ہم افترا پردازوں کے نعرے اور ان کے نتائج پر غور کریں تو اس پرفریب نعرہ نے اس بے چاری کو اس کے سوا کچھ نہیں دیا کہ وہ دفتروں میں کلرکی کرے، اجنبی مردوں کی پرائیویٹ سیکریٹری بنے، تجارت چمکانے کیلئے سیلز گرل بنے اور اپنے ایک ایک عضو کو سر بازار رسوا کر کے گاہکوں کو دعوت نظارہ دے... ان سب کا نتیجہ کیا نکلا؟ طلاق کی شرح میں زبردست اضافہ، ناجائز بچوں کی بہتات، ایڈز کا شیوع، غرضیکہ تمام معاشرتی واخلاقی خرابیاں اسی نام نہاد " آزادیٔ نسواں" کا ثمرۂ تلخ ہے۔

اسلام نے عوتوں کو کتنی ترقی دی؟ کیسا بلند مقام عطا کیا؟ قرآن کریم کی لاتعداد آیتوں اور بے شمار احادیث سے اس کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ اسلام نے پوری دنیا کے سامنے حقوق نسواں کا ایسا حسین تصور پیش کیا اور عورتوں کے تئیں وہ نظریات اپنائے کہ اپنے تو اپنے غیر بھی اس مثبت ومساوی نظام عمل پر عش عش کر اٹھے، اور یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ اسلام ہی دراصل حقوق نسواں کا علم بردار اور حقیقی ضامن ہے۔ آج اگر مغرب اور مغرب پرست اسلام پر نکتہ چینی کرتے ہیں اور اسلام کو حقوق نسواں کی راہ میں رکاوٹ قرار دیتے ہیں، تو یہ صرف حقیقت سے چشم پوشی کر کے اسلام کو بدنام کرنے کی سازش کے تحت ہے، مگر " پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے"

چنانچہ آج بھی بہت سے غیر مسلم مفکرین اور دانایانِ فرنگ اعتراف حقیقت کرتے ہوئے اسلام ہی کو صنفِ نازک کا نجات دہندہ اور حقوق نسواں کا پاسدار سمجھتے ہیں، چنانچہ اس بات کو بیان کرتے ہوئے کہ اسلام نے ہی عورت کو تمام معاشی، معاشرتی اور اخلاقی حقوق دیے جن کا تصور قبل از اسلام بعید از قیاس تھا۔

" ای بلائیڈن" رقمطراز ہیں " سچا اور اصلی اسلام جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے، اس نے طبقہ نسواں کو وہ حقوق عطا کئے جو اس سے پہلے اس طبقہ کو پوری انسانی تاریخ میں نصیب نہیں ہوئے تھے۔ (سنت نبوی اور جدید سائنس)

" ڈبلیو لائٹز" لکھتے ہیں: عورت کو جو تکریم اور عزت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی وہ مغربی معاشرے اور دوسرے مذاہب اسے کبھی نہ دے سکے"۔

" ای ڈرمنگھم" (Mohammadanism in religious system of the world)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو سراہتے ہوئے اور اسلام کے عورتوں کی زندگی کے تبدیل کر دینے کے تعلق سے لکھتا ہے: "اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات نے عربوں کی زندگی بدل دی، ان سے پہلے طبقہ نسواں کو کبھی وہ احترام حاصل نہیں ہوسکا تھا جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات سے انہیں حاصل ہوا، جسم فروشی، عارضی شادیاں اور آزادانہ محبت ممنوع قرار دیدی گئیں لونڈیاں اور کنیزیں جنہیں اس سے قبل محض اپنے آقاؤں کی دل بستگی کا سامان سمجھا جاتا تھا وہ بھی حقوق و مراعات سے نوازی گئیں۔(The Life of Mohammad)

ڈبلیو ڈبلیو کیش کہتے ہیں "اسلام نے عورتوں کو پہلی بار انسانی حقوق دئے اور انہیں طلاق کا حق دیا" (The Eupensin of Islam)۔

حقوق نسواں اور اس کے چند اہم پہلو:

عموماً عورتوں کو زندگی میں تین اہم مراحل سے گذرنا پڑتا ہے: (۱) پیدائش سے شادی تک (۲) ازدواجی زندگی (۳) شوہر کے بعد کی زندگی۔

پیدائش سے شادی تک۔

پہلے مرحلے میں یہ بات واضح ہے کہ ازدواجی زندگی تک جب ہی پہنچا جا سکتا ہے جبکہ وجود (پیدائش) کو بقا حاصل ہو، مگر اسلام سے پہلے انسان کے اندر صفت بہیمیت پوری طرح غالب آ گئی تھی، چنانچہ صنفِ نازک کے ساتھ غلاموں سے بھی بدتر سلوک روا رکھا جاتا تھا، تین سال، پانچ سال کی نوعمر بچیوں کو محض اس لئے پیوند خاک کر دیتے تھے کہ ان کی ناک نہ کٹ جائے، کوئی ان کا داماد نہ کہلانے لگے، لیکن اسلام نے "وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ" کے جانفزا حکم کے ذریعہ اس فتنۂ دُختر کشی کا سدباب کر دیا اور ڈوبتی انسانیت کو حیات اور حوا کی بیٹی کو جینے کا حق دیا۔

"آئرینا میڈ مکس" (Women in Islam 1930) میں اسلام اور ماقبلِ اسلام عورت کی زندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے "محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان چیزوں کو اپنی پسندیدہ قرار دیا ہے، نماز، روزہ، خوشبو اور عورت، عورت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے قابل احترام تھی، معاشرہ میں جہاں مرد اپنی بیٹیوں کو پیدائش کے وقت زندہ دفن کیا کرتے تھے، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کو جینے کا حق دیا" (سنت نبوی اور جدید سائنس ۲)

"جنرل گلپ پاشا" نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ پر ایک کتاب لکھی ہے (The Life And Tims of Mohammad) وہ اس میں پہلے اسلامی حقوق وراثت کی تعریف کرتے ہیں اور پھر آگے لکھتے

ہیں: ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے کا بالکلیہ خاتمہ کر دیا'' (ایضاً)

''ریونڈ جی ایم راڈویل'' ایک انتہائی متعصّب عیسائی ہے، مگر اعترافِ حق سے اپنے آپ کو نہ روک سکا کہ قرآن نے خانہ بدوشوں کی دنیا بدل ڈالی، دختر کشی کو ختم کر دیا، اور تعدد ازدواج کو محدود کر کے احسان عظیم کر دیا، چنانچہ اس نے بے اختیار لکھ دیا'' قرآنی تعلیمات سے سیدھے سادے خانہ بدوش ایسے بدل گئے کہ جیسے کسی نے ان پر سحر کر دیا ہو، اولاد کشی ختم کرنا، توہمات کو دور کرنا، بیویوں کی تعداد گھٹا کر ایک حد مقرر کرنا، وغیرہ وہ چیزیں ہیں جو عربوں کے لئے بلاشبہ برکت اور نزول حق تھیں، گو عیسائی ذوق اسے تسلیم نہ کرے''۔

(فاران ستمبر ۱۹۷۶/بحوالہ میری آخری کتاب)

دوسرا مرحلہ''ازدواجی زندگی'' ہے۔

اس مرحلے میں عورت کو بہت کچھ نرم گرم سہنا پڑتا ہے، بسا اوقات شوہر کی شہوت اس سے پوری نہیں ہو پاتی تو وہ دیگر راہیں ڈھونڈتا ہے، اخلاق وتہذیب کی حد کو پار کر کے بازاری یا ان جیسی عورتوں سے ناجائز تعلقات قائم کرتا ہے اور پھر میاں بیوی کی زندگی اجیرن بن کر رہ جاتی ہے، اسلام نے ان ہی خرابیوں اور نقصانات سے بچاؤ کے لئے'' تعدد ازدواج'' کی اجازت دی ہے، اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے والے بڑے زور شور سے یہ کہتے ہیں کہ تعدد زوجگی میں عورتوں کا استحصال ہوتا ہے اور ان کا حق منقسم ہو کر رہ جاتا ہے اور سوکن کی شکل میں طرح طرح کی ذہنی، جذباتی اور معاشرتی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، پروپیگنڈہ کتنا مبنی برحقیقت ہے اور تعدد ازدواج میں کیا کیا مصالح مضمر ہیں؟ یہ انسانی فطری طریقہ ہے یا اس سے متصادم؟ اس قسم کے سوالوں کا جواب الحمدللہ بہتوں نے دیا ہے اور اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں، ہم تفصیل میں جانا نہیں چاہتے تاہم یہ ضرور کہیں گے کہ اسلام سے پہلے بھی تعدد ازدواج کی رسم رہی ہے اور اس کے بعد بھی جاری ہے بلکہ اسلام نے تو اپنے متبعین کے لئے ایک حد مقرر کی ہے، جبکہ اسلام کے علاوہ میں اس کی کوئی تحدید نہیں ہے۔

موجودہ زمانہ میں بھی تعدد ازدواج کی شکل پائی جاتی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ اسلام میں قانوناً اور فطرۃً، اور غیروں میں جانوروں کی طرح... یہ گرل فرینڈ کیا ہے؟ کوئی زہر ہلاہل کو قند کہہ دے تو کیا اس کی حقیقت بدل جائے گی اور قند بن جائے گا؟ نہیں! بلکہ مزید دھوکہ دہی اور فریب کا الزام لگے گا۔

یہی قول مشہور Theosophist نیت بسنت کا ہے موصوفہ اسی پوشیدہ ازدواج پر روشنی ڈالتی ہوئی

یورپ کی اخلاقی باختہ حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتی ہیں: ”مغرب میں جھوٹی اور نمائش یک زوجگی ہے بلکہ فی الحقیقت تعدد ازدواج ہے مگر کسی ذمہ داری کے بغیر۔ جب آشنا عورت سے مرد کا دل بھر جاتا ہے تو اسے وہ نکال باہر کرتا ہے اور اس کے بعد وہ کسبی عورت بن جاتی ہے، کیونکہ اس کا ابتدائی محب“ اس کے مستقبل کی ذمہ داری نہیں لیتا اور وہ تعدد ازدواج والے گھر میں محفوظ بیوی اور ماں بننے کے مقابلہ میں سوگنا بدتر ہوتی ہے۔ جب ہم ہزاروں مصیبت زدہ عورتوں کو دیکھتے ہیں جو یورپ کے شہروں میں رات کے وقت سڑکوں پر ہجوم لگائے ہوئے چلتی ہیں تو ہمیں یقیناً یہ محسوس کرنا پڑتا ہے کہ مغرب کو تعدد ازدواج کے سلسلے میں اسلام پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں۔ اسلامی تعدد ازدواج کے محاسن وفوائد اور مغربی تعدد ازدواج کی قباحت ونقصان پر روشنی ڈالتے ہوئے مزید رقم کرتی ہیں۔

”عورت کے لئے یہ کہیں زیادہ بہتر، کہیں زیادہ مسرت انگیز اور کہیں زیادہ عزت بخش ہے کہ وہ (اسلامی) تعدد ازدواج کے سسٹم کے تحت زندگی گزارے، وہ ایک مرد سے متعلق ہو، حلال بچہ اس کی آغوش میں ہو اور وہ عزت کے ساتھ جی رہی ہو، اس کے مقابلے میں (یورپین تعدد ازدواج) کہ اس کی عصمت دری کی جائے، وہ سڑکوں پر نکال باہر کردی جائے، بسا اوقات ایک حرامی بچہ کے ساتھ جو غیر قانونی ہو، اس کی کوئی جائے پناہ نہ ہو، کوئی اس کی فکر کرنے والا نہ ہو، اس کی راتوں پر راتیں اس طرح گزریں کہ وہ کسی بھی راہ گیر کا صید زبوں بننے کو تیار ہو، مادریت کے شرف سے محروم سب کی دھتکاری ہوئی ہو۔

(Marriage commission report بحوالہ تعدد ازدواج: سید حامد علی)

والیٹر: ایک مشہور فرانسیسی مؤرخ ہے، تہذیب اسلام پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”میں آپ سے کہتا ہوں کہ وہ لوگ جاہل اور ضعیف العقل ہیں جو مذہب اسلام پر دیگر اتہامات کے علاوہ عیش پرستی وراحت کوشی کا الزام لگاتے ہیں، یہ سب اتہامات بے جا اور صداقت سے مبرّا ہیں“۔

ڈاکٹر ”موسیو لیبان“ مصنف تمدن عرب رقم طراز ہیں:

مسلمان کی جائز کثرت ازدواج یورپ کے ناجائز کثرت ازدواج سے ہزار ہا درجہ بہتر ہے، اسلام پر جس دریدہ ذہنی سے نکتہ چینی کی جاتی ہے اور جس بری صورت میں اسے پیش کیا جاتا ہے وہ فرضی مہیب صورت بھی یورپ کے موجودہ معاشرہ کے آگے کچھ حقیقت نہیں رکھتی، دراصل یورپین ممالک میں عصمت عنقاء بن گئی ہے۔

(اسلام اور تعدد ازدواج)

تیسرا اہم مرحلہ "شوہر کے بعد کی زندگی" ہے۔

اسلام سے پہلے ہوتا یہ تھا کہ جب عورت غیر شادی شدہ ہے اس کی کفالت باپ کے ذمہ ہوتی تھی اور شادی کے بعد شوہر کے زیر دست رہتی، باپ سے اسے کوئی حصہ نہیں ملتا تھا۔ اس لئے ہندوستان وغیرہ میں جہیز کا دور دورہ ہوا کہ والدین سے وراثت تو ملتی نہیں اس لئے جہیز میں جو کچھ دے سکتے ہوں دے دیں اسی طرح شادی کے بعد اتفاق سے شوہر کا انتقال اس عورت سے پہلے ہو جائے تو عورت کو شوہر کی جائداد سے پھوٹی کوڑی بھی نہیں ملتی تھی۔ جس کا شاخسانہ ستی کی رسم ہے۔ بلکہ تمام مال غیروں کا ہو جاتا جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا معاملہ ہوتا تھا، مگر اسلام نے آتے ہی اس رسم کا خاتمہ کر دیا جس کی وجہ سے عورت جیتے جی مردہ بن کر رہ جاتی تھی۔ اور قرآن کریم نے "والذین یتوفون منکم الخ" اور آیت میراث کے ذریعہ اس کا حصہ بیان کر کے اس فتنہ کا سد باب کر دیا۔ اسلام کی انہیں خوبیوں کو سراہتے ہوئے فرانسیسی محقق ڈاکٹر گستاولی لکھتے ہیں:

"اسلام نے عورتوں کی تمدنی حالت پر نہایت مفید اور گہرا اثر ڈالا ذلت کے بجائے عزت و رفعت سے سرفراز کیا اور کم وبیش ہر میدان میں ترقی سے ہم کنار کیا چنانچہ قرآن کا "وراثت وحقوق نسواں" یورپ کے "قانون وراثت" اور "حقوق نسواں" کے مقابلہ میں بہت زیادہ مفید اور فطرت نسواں کے زیادہ قریب ہے۔

(سنت نبوی اور جدید سائنس)

پروفیسر S Margoliouth.D یورپی مصنف ہے جو اسلام اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام کی دشمنی، بہتان تراشی اور اعتراضات والزامات کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا، مگر ضمیر کی آواز کو دبا نہ سکا چنانچہ وہ عیسائیت و یہودیت پر حقوق نسواں کے تعلق سے تنقید کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"دور جاہلیت کے عرب تو ایک طرف رہے، عیسائیت اور یہودیت میں بھی یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ عورت بھی صاحب حیثیت اور مالک جائداد ہو سکتی ہے، یہ مذاہب اس کی اجازت نہیں دیتے کہ عورت بھی مردوں کی طرح معاشی اعتبار سے خوش حال ہو سکے عورتوں کی حقیقی حیثیت ان مذاہب اور ثقافتوں و معاشروں میں باندی کی سی تھی جو مرد کے رحم وکرم پر زندگی بسر کرتی تھی۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کو آزادی عطا کی، خود مختاری دی اور خود اعتمادی کے ساتھ جینے کا حق دیا۔ (ایضاً)

دہلی ہائی کورٹ کے چیف جسٹس مسٹر راجندر صاحب نے ایک تقریب میں خطاب کرتے ہوئے کہا تھا:

تاریخی طور پر اسلام عورتوں کو جائداد کے حقوق دینے میں بہت زیادہ فراخ دل اور ترقی پسند رہا ہے، یہ

حقیقت ہے کہ ۱۹۵۶ / میں ہندوکوڈ بل سے قبل ہندو عورتوں کا جائداد میں کوئی حصہ نہیں تھا، حالانکہ اسلام مسلم عورتوں کو یہ حق ۱۴ سو سال پہلے دے چکا تھا۔(The Statement Delhi)

حرف آخر:

عورت چونکہ گھر کی زینت ہے اس لئے اس زینت کو نظر بد سے محفوظ رکھنے کے لئے اسلام نے کچھ حدود قائم کئے ہیں، لیکن ایسا نہیں ہے کہ ان پابندیوں سے عورت کو کوئی نقصان پہنچا ہو، اسے کسی دشواری کا سامنا کرنا پڑا ہو بلکہ یہ تو عین حیا اور غیرت و وقار کا تقاضہ ہے، انہیں خیال کا اظہار ہملٹن ان الفاظ میں کرتے ہیں:

”اسلام کے احکام عورتوں کے بارے میں نہایت واضح ہیں، اس نے عورتوں کو ہر اس چیز سے بچانے کی کوشش کی ہے جو عورتوں کو تکلیف پہنچائے اور ان پر دھبہ لگائے۔ اسلام میں پردہ کا دائرہ اتنا تنگ نہیں ہے جتنا بعض لوگ سمجھتے ہیں، بلکہ وہ عین حیا اور غیرت و وقار کا تقاضہ ہے۔“

سر جان بیگٹ رقم طراز ہے:

”واقعہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں پر جو پابندیاں عائد فرمائی ہیں ان کی نوعیت سخت نہیں ہے بلکہ ان پابندیوں میں عورتوں کے لئے آسانیاں فراہم کی گئی ہیں۔“ (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحوالہ سنت نبوی اور جدید سائنس)

غیروں کے اعتراف حقیقت کے بعد بلا اختیار قلب وذہن میں ”اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ“ دھڑکن بن کر دھڑکنے لگتا ہے اور مشاہدہ کی آنکھوں سے ”اِنَّ ھٰذَا الْقُرْآنَ یَھْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ“ کی تفسیر دیکھنے کو ملتی ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ اعترافِ حق کے ساتھ ساتھ قبول حق کے بھی حصہ دار بن جاتے۔

تذکارِ صحابہؓ

سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانیؔ قاسمی*

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ جلیل القدر صحابی اور عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں، آپ کا شمار ان آٹھ خوش نصیب افراد میں ہوتا ہے جو ابتدائے اسلام میں آفتاب نبوت کی پرتو ضیا سے ہدایت یاب ہوئے اور آخر کار خود بھی آسمان اسلام کے روشن ستارے بن کر چمکے۔ غزوۂ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک رہے اور غزوۂ احد میں تو فداکاری و جانثاری کے وہ جوہر دکھلائے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: طلحہ نے اپنے لیے جنت واجب کرلی۔ (جامع ترمذی) اور حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: احد کا دن تو پورا کا پورا طلحہؓ کا تھا۔ (سیر الصحابہ ۲/۱۰۸) غزوہ احد کے دن حضرت طلحہؓ نے کمال جانثاری کا ثبوت دیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار کے حملوں سے محفوظ رکھنے کے لئے خود کو سپر بنالیا تھا، وہ تلواروں کو اپنے ہاتھ پر روک روک کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گزند سے بچاتے تھے، چنانچہ نہ صرف یہ کہ ان کا ہاتھ زندگی بھر کے لئے شل اور بے کار ہوکر رہ گیا تھا بلکہ ان کے پورے جسم پر اسی زخم لگے تھے۔

مختصر سوانحی خاکہ:

آپؓ کا نام نامی: طلحہ اور کنیت: ابو محمد ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف مواقع پر آپ کو طلحۃ الخیر، طلحۃ الفیاض اور طلحۃ الجود جیسے بلند پایہ القاب سے ملقب فرمایا۔ والد کا نام عبید اللہ اور والدہ کا نام صعبہ ہے۔ مکمل نسب اس طرح ہے: طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب القرشی التیمی۔ ساتویں پشت میں مرہ بن کعب (جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد میں سے ہیں) پر آپ کا نسب نامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے اور عمرو بن کعب پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے۔ دراصل حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے دادا عثمان بن عمرو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دادا عامر بن عمرو کے سگے بھائی تھے۔

حضرت طلحہؓ کے والد عبید اللہ کی وفات آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت یا حضرت طلحہؓ کے قبول اسلام سے

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

پہلے ہوئی، البتہ آپ کی والدہ حضرت صعبہؓ نے خاصی طویل عمر پائی، مسلمان ہوئیں، اور امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے محصور ہونے کے وقت تک حیات رہیں۔ حضرت طلحہؓ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چوبیس پچیس برس قبل پیدا ہوئے، بچپن ہی سے تجارتی مشاغل میں مصروف ہونا پڑا، اور عنفوان شباب میں دور دراز ممالک کے سفر کا اتفاق ہوا۔ حضرت طلحہؓ کا رنگ گندمی، گیسو دراز، سینہ چوڑا اور بدن مضبوط تھا، نہایت وجیہ اور خوبصورت تھے۔ آپؓ نے مختلف اوقات میں متعدد نکاح فرمائے، آپؓ کی بیویوں کے نام یہ ہیں: حمنہ بنت جحش، ام کلثوم بنت ابوبکر صدیق، سعدی بنت عوف، ام ابان بنت عتبہ بن ربیعہ، خولہ بنت القعقاع، ان میں سے ہر ایک کے بطن سے متعدد اولاد ہوئی۔

واقعۂ اسلام اور ہجرت مدینہ:

جب سترہ یا اٹھارہ برس کی عمر تھی، تجارتی اغراض سے بصرہ تشریف لے گئے، وہاں ایک راہب نے حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونے کی بشارت دی؛ لیکن یوم ولادت سے اس وقت تک جس قسم کی آب و ہوا میں پرورش پائی تھی اور گرد و پیش جس قسم کے مذہبی چرچے تھے، اس کا اثر صرف ایک راہب کی پیش گوئی سے زائل نہیں ہوسکتا تھا، بلکہ ابھی مزید تعلیم و تلقین کی ضرورت تھی، مکہ واپس آئے تو خلیفہ رسول اللہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صحبت اور ان کے مخلصانہ وعظ و پند نے تمام شکوک رفع کر دیے، چنانچہ ایک روز حضرت صدیق اکبرؓ کی وساطت سے دربار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور خلعت ایمان سے مشرف ہو کر واپس آئے۔ حافظ ابنِ کثیرؒ نے ''البدایہ والنہایہ'' میں لکھا ہے کہ نوفل بن خویلد عدویہ جو شیرِ قریش کے لقب سے مشہور تھا، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام پر سخت غضب ناک ہوا اور اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ دونوں کو پکڑ کر ایک رسی میں باندھ دیا، اسی لیے ان دونوں حضرات کو قرینین (یعنی ساتھی) کہتے ہیں۔ امام بیہقیؒ نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی مظلومیت کی خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا مانگی: ''الٰہی! ہم لوگوں کو ابن عدویہ کے شر سے بچا۔'' ابن اثیرؒ اور امام حاکمؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کی اطلاع ان کے چچا اور بڑے بھائی (عثمان بن عبید اللہ) کو ہوئی تو انہوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دونوں کو رسی سے باندھ کر پیٹا تا کہ اس تشدد سے دینِ اسلام کو چھوڑ دیں، لیکن کیا مجال کہ ان کے پائے استقامت میں ذرہ برابر لغزش آئی ہو۔ (اُسد الغابہ)

حضرت طلحہؓ نے مکہ میں نہایت خاموش زندگی بسر کی اور اپنے تجارتی مشاغل میں مصروف رہے، چنانچہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ مدینہ تشریف لے جا رہے تھے، اس وقت وہ اپنے تجارتی

قافلے کے ساتھ شام سے واپس آرہے تھے، راہ میں ملاقات ہوئی، انہوں نے ان دونوں کی خدمت میں کچھ شامی کپڑے پیش کیے اور عرض کی کہ اہل مدینہ نہایت بے چینی اور اضطراب کے ساتھ انتظار کر رہے ہیں، غرض یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت عجلت کے ساتھ مدینہ کی طرف بڑھے اور حضرت طلحہؓ نے مکہ پہنچ کر اپنے تجارتی کاروبار سے فراغت حاصل کی اور ابوبکرؓ کے اہل وعیال کو لیکر مدینہ پہنچے حضرت اسعد بن زرارہؓ نے ان کو اپنا مہمان بنایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب انصاریؓ سے ان کا بھائی چارہ کرا دیا۔

فضائل ومناقب:

۱) حضرت قیس بن ابی حازمؒ (تابعی) کہتے ہیں کہ میں نے حضرت طلحہؓ کا وہ ہاتھ دیکھا جو (سالہا سال بعد بھی) بالکل بیکار اور شل تھا، انہوں نے اس ہاتھ سے غزوہ احد کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (کفار کے حملوں سے) بچایا تھا۔(بخاری)

۲) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حرا پہاڑ پر تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابوبکر، عمر، علی، عثمان، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم تھے اس کا پتھر ہلا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”تھم جا اے حرا! تیرے اوپر کوئی نہیں مگر نبی یا صدیق یا شہید۔(مسلم) (نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور صدیق سیدنا ابوبکرؓ باقی سب شہید ہیں ظلم سے مارے گئے یہاں تک کہ طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم بھی)

۳) حضرت عقبہ بن علقمہ یشکری کہتے ہیں کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ میرے کانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زبان مبارک سے سنا ہے آپ فرما رہے تھے: ”طلحہ اور زبیر دونوں میرے جنت کے پڑوسی ہیں“۔(جامع ترمذی)

۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ طلحہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”یہ شہید ہیں جو روئے زمین پر چل رہے ہیں“۔(ابن ماجہ)

۵) حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو زرہیں پہنے ہوئے تھے، آپ ایک چٹان پر چڑھنے لگے لیکن چڑھ نہ سکے تو آپ نے نیچے طلحہؓ کو بٹھایا اور چڑھے یہاں تک کہ چٹان پر سیدھے کھڑے ہو گئے، تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ”طلحہؓ نے اپنے لیے (جنت) واجب کر لی“۔(ترمذی)

۶) حضرت موسیٰ بن طلحہ کہتے ہیں کہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے کہا: کیا میں تمہیں ایک خوشخبری نہ سنا دوں؟ میں نے کہا: ضرور، سنائیے، کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا

ہے کہ "طلحہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے "من قضی نحبه" فرمایا ہے، یعنی جو اپنا کام پورا کر چکے۔ (ترمذی)

7: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جنگ احد کے دن جب لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے، (اس وقت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارہ انصاری صحابہ کے ساتھ ایک طرف موجود تھے انہیں میں ایک طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ مشرکین نے انہیں (تھوڑا دیکھ کر) گھیر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا: "ہماری طرف سے کون لڑے گا"؟ طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول! میں (آپ کا دفاع کروں گا)، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم جیسے ہو ویسے ہی رہو" تو ایک دوسرے انصاری صحابیؓ نے کہا: اللہ کے رسول! میں (دفاع کیلئے تیار ہوں)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم (لڑو ان سے) تو وہ لڑے یہاں تک کہ شہید کر دیئے گئے"۔ پھر آپ نے مڑ کر (سب پر) ایک نظر ڈالی تو مشرکین موجود تھے آپ نے پھر آواز لگائی: "قوم کی کون حفاظت کرے گا"؟ طلحہ رضی اللہ عنہ (پھر) بولے: میں حفاظت کروں گا، آپ نے فرمایا: "(تم ٹھہرو) تم جیسے ہو ویسے ہی رہو"، تو دوسرے انصاری صحابی نے کہا: اللہ کے رسول! میں قوم کی حفاظت کروں گا، آپ نے فرمایا: "تم (لڑو ان سے)" پھر وہ صحابیؓ (مشرکین سے) لڑے اور شہید ہو گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برابر ایسے ہی پکارتے رہے اور کوئی نہ کوئی انصاری صحابی ان مشرکین کے مقابلے کے لیے میدان میں اترتا اور نکلتا رہا اور اپنے پہلوں کی طرح لڑلڑ کر شہید ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور طلحہ بن عبید اللہ ہی باقی رہ گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آواز لگائی۔ "قوم کی کون حفاظت کرے گا"؟ طلحہ رضی اللہ عنہ نے (پھر) کہا: میں کروں گا (یہ کہہ کر) پہلے گیارہ (شہید ساتھیوں) کی طرح مشرکین سے جنگ کرنے لگ گئے۔ (اور لڑتے رہے) یہاں تک کہ ہاتھ پر ایک کاری ضرب لگی اور انگلیاں کٹ کر گر گئیں۔ انہوں نے کہا: "حس" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اگر تم (حس کے بجائے) بسم الله کہتے تو فرشتے تمہیں اٹھا لیتے اور لوگ دیکھ رہے ہوتے"، پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو واپس کر دیا (یعنی وہ مکہ لوٹ گئے)۔ (نسائی)

وفات:

حضرت طلحہ نے بھی قصاص عثمان کے مسئلے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا اور آپ ۶۴ رسال کی عمر میں جنگ جمل کے موقع پر ۲۰ ر جمادی الثانی ۳۶ھ پنجشنبہ کے دن شہید ہوئے اور بصرہ میں آسودۂ خاک ہوئے۔ طلحہ بن مصرف بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ (کی میت) کے پاس تشریف لائے، اُن کا انتقال ہو چکا تھا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی سواری سے اُترے انہوں نے

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالی عنہ کی میت کو بٹھایا، اوران کی داڑھی اور چہرے سے غبار پونچھنے لگے، اوران کے لئے رحمت کے کلمات کہنے لگے، اور یہ فرمانے لگے، اے کاش! میں آج کے دن سے بیس سال پہلے فوت ہو چکا ہوتا۔(مجمع الزوائد مترجم، کتاب المناقب، جلد10،ص 51)

اللہ اکبر! پتہ چلا کہ باوجودِ شدید اختلاف ان ذوات مقدسہ کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے نفرت اور بغض نہ تھا، حقیقۃً تو دلوں میں اُلفت تھی۔

تفصیلات ماہنامہ اشرف الجرائد حیدرآباد

حسب قاعدہ نمبر ۸ ملکیت کے بارے میں

نام رسالہ	:اشرف الجرائد
وقفۂ اشاعت	:ماہانہ
ایڈیٹر/ پرنٹر/ پبلشر	:محمد عبدالقوی
قومیت	:ہندوستانی
پتہ	:ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد
	عائش آفسیٹ پرنٹرس، مسجد معراج، کرماگوڑہ، سعیدآباد، حیدرآباد
مقامِ اشاعت	:ادارہ اشرف العلوم خواجہ باغ کالونی، سعیدآباد، حیدرآباد
مالک	:محمد عبدالقوی

میں محمد عبدالقوی اعلان کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا تفصیلات میرے علم ویقین میں صحیح ودرست ہیں۔

دستخط

محمد عبدالقوی

اصلاحی مضامین

متعلقین کے ساتھ حسنِ سلوک

از: مولانا اظہار الحق قاسمی*

حسن سلوک ایک زندہ معاشرے کی علامت ہے۔جس معاشرے میں چھوٹوں کو ان کی حیثیت اور بڑوں کو ان کا مقام دیا جاتا ہے وہ مثالی معاشرہ کہلاتا ہے۔اور جس معاشرے میں بڑے چھوٹوں کا خیال نہ کریں اور چھوٹے بڑوں کا اکرام واحترام نہ کریں وہ معاشرہ انسانی معاشرہ نہیں ہوسکتا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری زندگی حسن سلوک کی مثالوں اور تعلیمات سے بھری پڑی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کے ساتھ اچھا معاملہ کرتے اور کرنے کی تاکید فرماتے، یہاں تک کہ جانوروں تک کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحم وکرم اور حسن برتاؤ کا مظاہرہ کیا ہے اور کرنے کی تلقین کی ہے۔

ذیل میں روزمرہ کی زندگی میں ہم سے تعلق رکھنے والے چار طرح کے لوگوں سے حسن سلوک کی اہمیت اور ضرورت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک

ماں باپ ہر بچے کے لیے جسم وروح کی مانند اہم ہوتے ہیں۔ ماں باپ اس دنیا میں انسان کے وجود کا ذریعہ ہوتے ہیں۔انسان اپنی زندگی کا اچھا خاصہ حصہ صرف والدین سے تعلق میں گزارتا ہے۔عمر کے بڑھنے کے ساتھ انسان کی زندگی میں اور لوگ آتے رہتے ہیں مگر ماں باپ کا تعلق ہر بچے کے لیے دائمی ہوتا ہے؛ اس لیے انسان پر لازم ہے کہ ان کے ساتھ ہمیشہ اچھا معاملہ کرے۔انھیں کائنات کی سب سے عظیم المرتبت ہستی سمجھے۔ان کے ایک اشارے پر جان نچھاور کرنے کو تیار رہے۔ان کی ہر جائز بات کو اپنے لیے حکم کے درجے میں رکھے اور اس معیار کی ان کی خدمت کرے کہ ان کی قربانیوں کا کچھ بدلہ ادا کرسکے۔

انسان اپنی پیدائش سے قبل نو ماہ تک شکم مادر میں رہ کر اس کے جسم کا حصہ رہا۔اس کے جسم سے ہی غذا حاصل کرتا رہا۔ پھر جب پیدا ہوا تو اتنا کمزور تھا کہ اس میں ہلنے اور دیکھنے تک کی سکت نہ تھی۔اسی ماں اور اسی باپ نے اس کمزور سی حالت میں شفقت ومحبت کے بے پناہ احساسات کے ساتھ اسے پالا۔اس کی ضروریات

* استاذ مدرسہ عربیہ قرآنیہ، اٹاوہ

کا خیال رکھا۔ وہ کئی سالوں تک گندگی کر کے اپنی گندگی کو صاف کرنے پر قادر نہیں تھا، ماں نے اس کی گندگی کو بصد محبت صاف کیا۔ ماں نے اسے اپنا خون جگر پلایا۔ باپ نے اپنے خون پسینے کی کمائی سے ماں اور بچہ دونوں کے لیے غذا کا انتظام وانصرام کیا۔ پھر بچہ جب ذرا سا بڑا ہوا تو بچے کی زندگی بنانے کے لیے ماں باپ نے اسے تعلیم گاہ میں بھیجا تا کہ وہ اس دنیا اور اس کے بعد کی دنیا کے لیے کامیاب انسان بن سکے۔ اپنی زندگی کا تقریباً نصف حصہ اس نے اپنے ماں باپ کے احسان کے ٹکڑوں پر گزارا۔ پھر جب وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہوتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے حقوق کا خیال رکھے۔ ان کے ساتھ حسن سلوک کو لازم پکڑے۔ ان کی نافرمانی سے سخت احتراز کرے۔

اسی لیے قرآن واحادیث میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا تاکیدی حکم نازل ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا: اور تیرے رب نے فیصلہ کیا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہونچ جائیں تو انھیں اف تک نہ کہو اور انھیں نہ جھڑکو! اور ان سے نرم گفتگو کرو۔ (سورۃ الاسراء) دیگر کئی آیتوں میں بھی والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم ہے۔ حد تو یہ ہے کہ اگر والدین مذہب اسلام کے ماننے والوں نہ ہوں تب بھی ان کے ساتھ بھلائی اور حسن سلوک کا حکم قرآن پاک میں دیا گیا ہے۔ اسی طرح بے شمار آیات واحادیث میں والدین کے حق میں دعائیں کرنے کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ والدین کے سلسلے میں وارد بے شمار احادیث مبارکہ بھی اس بات کی تاکید کرتی ہیں کہ ان کے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ کیا جائے اور حسن سلوک کا رویہ اپنایا جائے۔ حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ: ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھا کہ اولاد پر ماں باپ کا کیا حق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ تمہاری جنت اور دوزخ ہیں۔ (مشکوٰۃ) یعنی اگر تم نے ان کا خیال رکھا، ان کے حقوق ادا کیے اور ان کی نافرمانی سے بچے رہے تو تم جنت میں جاؤ گے اور اگر تم نے ان کی حق تلفی کی، ان کی نافرمانی کی اور ان کے ساتھ ظلم وزیادتی کا رویہ رکھا تو تم دوزخ میں جاؤ گے۔

بچے جب شادی شدہ ہو جاتے ہیں تو صرف اپنی اور بیوی بچوں کی فکر کرتے ہیں والدین کی خدمت اور ان کی ضروریات کو فراموش کر دیتے ہیں، ماں باپ سے بالکل بے پروا ہو جاتے ہیں اور انھیں پائی پائی کے لیے ترساتے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ ظلم وزیادتی اور والدین کے ساتھ احسان فراموشی ہے۔ ایسی اولاد کو اپنی اولاد سے بھی ایسی ہی توقع رکھنی چاہیے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں جب ایک بیٹے نے آ کر اپنے باپ کی شکایت کہ باپ نے اس کی اجازت کے بغیر اس کا مال لے لیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس بیٹے سے فرمایا کہ: تو اور

تیرا مال دونوں تیرے باپ کے ہیں۔(ابن ماجہ) کیوں کہ اولاد تو ماں باپ کی کمائی ہے، لہذا ان کے لئے اپنی کمائی کی کمائی کا استعمال کرنا جائز ہے۔ لہذا بیٹوں کو سمجھنا چاہیے کہ وہ اور ان کے مال دونوں ان کے والدین کے بھی ہوتے ہیں اور ان کا بھی اولاد کے جان و مال میں حصہ ہوتا ہے اس لیے وہ ان سے صرف نظر نہیں کر سکتے۔

اولاد کے ساتھ حسن سلوک

اولاد ہر ماں باپ کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہوتی ہے۔ بچوں کی گلکاریاں اور ان کی چہچہاہٹیں گھروں کے درودیوار کو مسرت بخشتی ہیں۔ ماں باپ اپنے بچوں کو بہت پیار و محبت سے پالتے پوستے اور بڑا کرتے ہیں۔ بڑا ہونے کے بعد جب بچوں کی عمر میں پختگی آنے لگتی ہے اور وہ اپنے کچھ فیصلے خود کرنے لگتے ہیں تو کچھ والدین کو اس سے یا کسی اور معقول یا نامعقول وجہ سے ان سے چڑ پیدا ہوتی ہے اور پھر یہ چڑ بسا اوقات سخت ترین اختلاف کا باعث بن جاتی ہے۔ ماں باپ اور اولاد میں رشتے منقطع ہوجاتے ہیں اور اپنی آغوش کے پالے ہوئے بچے سے وہ سالوں نہ بات چیت کرتے ہیں اور نہ ہی ان سے کوئی تعلق رکھتے ہیں۔ بچے کے بڑے ہوجانے کے بعد والدین اکثر اپنی مرضی سے اپنی پسند کی بہولاتے ہیں مگر چند ہی ماہ وسال کے بعد نہ جانے کیا ہوجاتا ہے کہ والدین اور بچوں میں ایسی سخت ناچاقی ہوتی ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے۔

ایسا ہونے کے اسباب میں بسا اوقات والدین کی غلط تربیت کا یا انھیں اپنا مقابل سمجھ لینے کا بڑا حصہ ہوتا ہے۔ اگر والدین اپنی اولاد کو درست اور ضروری دینی تعلیم نہیں دیتے تو عموماً ایسے حالات سے گزرنا پڑتا ہے اگر غلطی بچے کی ہے اور اس نے اپنی طرف سے کوئی نامناسب اقدام کیا ہے تو بجائے اس کے والدین اس کو سمجھائیں، اسے اپنا مقابل سمجھ بیٹھتے ہیں اور اس کے بارے میں اِن اُن سے نامناسب باتیں کہتے ہیں جس کی وجہ سے چپقلش شدید تر ہوجاتی ہے۔

گھریلو طور پر والدین اور بچوں میں اختلافات کے اسباب میں آپسی غلط فہمیوں کا بھی بہت بڑا حصہ ہوتا ہے چناں چہ ماں باپ یا تو گھر میں نئے فرد کو برداشت نہیں کر پاتے یا نئی آنے والی خاتون اپنے شوہر کے ماں باپ کو قبول نہیں کر پاتی۔ حالاں کہ اب وہ خاتون اس گھر کا مستقل ممبر ہوتی ہے لہذا ماں باپ کو اُسے اپنی بیٹی کی طرح اپنانا چاہیے۔ اس کے ساتھ سلوک کرنا چاہیئے اسی طرح اس نئی ممبر کو بھی اپنے شوہر کے ماں باپ کو اپنے ماں باپ مان کر ان کی خدمت کو بھی سعادت سمجھنا چاہیے اور انھیں نہایت اعلیٰ حیثیت دینا چاہیے۔ ایسا کرنے سے گھر ناچاقیوں سے محفوظ ہوجائیں گے۔ بسا اوقات ان ناچاقیوں میں گھر کے دوسرے ممبران یعنی

بیٹے بیٹیوں کا بھی اچھا خاصا ہاتھ ہوتا ہے اس لیے نئ ممبر کے حوالے سے ان کی مداخلت کو بھی روکنا چاہیے، بل کہ انھیں بھی اس کو دل سے قبول کرنے اور اپنا لینے پر آمادہ کرنا چاہیے۔

ان تمام صورتوں میں ماں باپ کو ماں باپ ہی بنے رہنا چاہیے اور اپنی اولاد کو اپنی اولاد ہی سمجھنا چاہیے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کرنا چاہیے؛ نہ کہ دشمن اور خصم ومقابل سمجھتے ہوئے میدان میں آجانا چاہیے کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ نرمی والے ہیں اور وہ نرمی کو پسند فرماتے ہیں اور وہ نرمی پر وہ سب کچھ عطا کرتے ہیں جو سختی پر عطا نہیں کرتے (مسلم)۔ اسی طرح بچے تو بچے ہی ہیں آپ ناراض ہو کر کیوں ان کی عاقبت خراب کرنا چاہتے ہیں۔ اگر کسی معاملے میں وہ غلطی پر ہیں تو آپ ان سے گفتگو کریں، اپنے حق اور اپنے تعلق کا حوالہ دیں، ان شاء اللہ نوے فیصد معاملات از خود حل ہوجائیں گے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کے اس سوال پر کہ ہم کو والد کے حقوق تو معلوم ہوگئے مگر اولاد کے کیا حقوق ہیں؟ تو فرمایا کہ: اس کا اچھا نام رکھے اور اسی کی تعلیم وتربیت کا اچھا انتظام کرے۔ (کنزالعمال)

اگر آپ نے اپنی اولاد کی حسن تعلیم وتربیت پر کماحقہ توجہ نہیں دی، انھیں ان کے دین کے درست اور ضروری علم سے محروم رکھا، انھیں سچا پکا اور نمازی مسلمان نہ بنا سکے، بیٹیوں کو سیدہ فاطمہؓ وسیدہ عائشہؓ کی سیرت میں نہ ڈھال کر بے شرم و بے حیا بننے دیا تو سمجھ لیجیے کہ آپ نے اپنے لیے انگارہ اور آگ کا بستر تیار کیا ہوا ہے۔ آپ اپنے بچوں کے ذمے دار ہونے کے ناطے کل خدائے ذوالجلال کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔

میاں بیوی کا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک

انسان جب باشعور ہو کر عہد شباب میں قدم رکھتا ہے تو اپنے لیے ایک اچھی بیوی کے خواب دیکھتا ہے۔ اچھی رفیقہ حیات کے لیے دعا کرتا ہے اور اچھی بیوی پانے کے سوجتن کرتا ہے۔ اچھی بیوی پانے کے لیے نہ جانے کتنے رشتے وہ ٹھکرا دیتا ہے۔ پھر ایک دن آتا ہے جس سے اس کی شادی ہوتی ہے۔ وہ جشن ومسرت میں ڈوب کر ایک لڑکی کو بیاہ کر اپنے گھر لاتا ہے اور اس طرح وہ ایک نئ زندگی کی شروعات کرتا ہے جہاں اب وہ اکیلا نہیں رہتا بل کہ اب وہ دو لوگ ہوجاتے ہیں جو ایک دوسرے کی خوشی کے شریک اور غموں کے حصہ دار بن جاتے ہیں۔

ایک لڑکی اپنے سب سے پیارے ماں باپ، اپنے بھائی بہن، اعزاء واقرباء، اپنا آبائی گھر، اس کی مسکراہٹیں اور چہچہاہٹیں جہاں وہ اپنی زندگی کے یقینی بہار کے دن گزارا کرتی تھی، یہاں تک کہ اپنا سب کچھ اپنے پیچھے چھوڑ کر ایک اجنبی اور ناشنا سا مرد کے پاس آجاتی ہے، اس کی زندگی کو تسکین بخشنے، اور اس کی نسل کو آگے بڑھانے کے لئے ساتھ دینے لگتی ہے۔ ظاہر ہے کہ مرد یہ قربانیاں نہیں دیتا۔ اسے اپنے ماں باپ کو نہیں

چھوڑنا پڑتا۔اسے اپنے بھائی بہنوں اور رشتہ داروں سے دور نہیں ہونا پڑتا۔

اس لیے ضروری ہے کہ ہر شوہر اپنی بیوی کے ساتھ حسن سلوک کرے۔اس کا خوب خیال رکھے۔اس کی ضروریات کی دل کھول کر تکمیل کرے۔اس کے ساتھ ایسا رویہ اپنائے کہ وہ اپنے ماں باپ کی فرقت کا غم بھول سکے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں عورتوں کے ساتھ حسن معاملہ کی تاکید کی ہے(سورہ نساء) نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری طرف سے عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت قبول کرو۔(بخاری)

مردوں کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ عورتوں کی فطرت مردوں سے کسی قدر مختلف ہے کیوں کہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور کجی اس کا لازمی جزو ہے۔ٹیڑھی چیز کو نرمی کے ساتھ تو کسی قدر درست کیا جا سکتا ہے مگر سختی کے ساتھ بالکل نہیں؛ کیوں کہ سختی کے نتیجے میں وہ چیز ٹوٹ جائے گی۔عورت محبت اور نرمی و ملاطفت کی چیز ہے اسے حسن معاملت و محبوبیت سے سیدھا کیا جانا چاہیے اس کے ساتھ عفو و درگزر سے کام لینا چاہیے نہ کہ سختی و درشتی سے۔اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ عورتوں کو آزاد چھوڑ دینا چاہیے کیوں کہ اس سے اس کے اندر مزید کجی پیدا ہوگی بل کہ ان کی پیہم اصلاح کی فکر کرنی چاہیے مگر اس طریقے سے جو ان کے ہم آہنگ ہو۔

جس طرح مردوں پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کریں اسی طرح عورتوں پر بھی لازم ہے کہ وہ اپنے شوہروں کے ساتھ حسن سلوک کریں۔وہ اپنے شوہروں کو اپنا سب سے خیر خواہ اور ہمدم سمجھیں۔ اسے اپنے اوپر قوّام سمجھیں جو اس کو خدا کی طرف سے ملی ہوئی حیثیت ہے۔عورت کو چاہیے کہ اپنے شوہر کے چشم و ابرو سے سرمو انحراف کو بھی غلط سمجھے۔کہیں بھی اور کسی بھی صورت میں اس کے احترام میں ذرہ برابر کمی نہ کرے۔اس کی مرضی کو اپنی مرضی پر مقدم رکھے۔اس کی کمائی میں گزر بسر کرنے کو لازم پکڑے۔اگر شوہر کم کماتا ہو تو اس کو طعنہ دینے کے بجائے تسلی و حوصلہ دے۔اس کے لیے دعا کرے۔اپنی رفاقت و وفاداری کا اسے یقین دلائے۔اس کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھے کہ اگر خدا کے بعد کوئی کسی کے لیے مسجود ہوتا تو وہ شوہر ہوتا بیوی کے لیے۔شوہر کے آرام و تسکین کا بھرپور خیال رکھے۔شوہر کی غیر موجودگی میں اس کی عزت و امانت کی حفاظت کرے۔شوہر کے ساتھ کسی بھی چھوٹے بڑے اختلاف کو گھر سے باہر بطور خاص اپنے ماں باپ سے فوری ذکر کرنے سے اور سخت ردعمل سے اپنے کو باز رکھے۔

میاں بیوی دونوں زندگی کی گاڑی کے پہیے ہیں جن کے بغیر زندگی کی گاڑی چل نہیں سکتی؛ اس لیے دونوں کو پیش قدمی کرنی ہوگی اور دونوں کو ایک دوسرے کے خیال کے ساتھ اور حسن سلوک کے ساتھ چلنا ہوگا۔انجام کار دونوں خوش حال ہوں گے۔اگر اس میں کمی آئی تو معاملہ بگڑے گا اور دونوں کی زندگی اجیرن بن جائے گی۔

خادموں اور ورکروں کے ساتھ حسن سلوک

زندگی میں بسا اوقات خادموں اور ورکروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ چناں چہ انسانی زندگی کا سسٹم ہی ایسا ہے کہ اکیلی زندگی کم ہی گزر پاتی ہے۔ ہر آدمی جس کی معاشرے میں کچھ حیثیت ہو اس کے گھر میں خادم یا خادمہ کام کرتی ہے یا جو کاروباری لوگ ہیں ان کے پاس ورکر کام کرتے ہیں۔ خادم اور ورکر دونوں ہمارا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ وہ بھی انسان ہوتے ہیں اور ان کے پاس بھی عزت نفس ہوتی ہے۔ بس یہ تکوینی فرق ہو گیا کہ آپ مخدوم ہو گئے اور کو وہ خادم ہو گیا۔ ورنہ انسان ہونے میں خادم اور مخدوم دونوں برابر ہیں اور جب انسان ہونے میں برابر ہیں تو عزت نفس رکھنے میں بھی برابر ہیں؛ لہٰذا جیسے ہم اپنی اَنا کو ٹھیس پہونچنے پر چیں بجبیں ہوتے ہیں ایسے ہی انھیں بھی سمجھنا چاہیے کہ ان کی اَنا پر ضرب پڑنے سے ان کو بھی تکلیف بل کہ شدید تکلیف پہونچتی ہوگی۔ چناں چہ جب وہ ہمارے گھر میں یا ہمارے کاروبار میں معاونت کرتے ہیں تو ہمیں ان کی عزت نفس کا خوب خیال رکھنا اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہیے، ان کی تمام جائز ضروریات کا خیال رکھنا اور اپنے قول و عمل سے ان کی تضحیک و تذلیل سے سخت احتیاط برتنا چاہیے۔ بخاری شریف میں حضرت انس ؓ سے مروی کہ: میں نے دس سال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اف تک نہ کہا اور نہ ہی یہ پوچھا کہ: تم نے یہ کیوں کیا اور یہ کیوں نہیں کیا؟ (بخاری) اسی حدیث کا اگلا حصہ ہے کہ میری کسی غلطی پر اگر گھر والوں میں سے کوئی تنبیہ کرتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے کہ: چھوڑو، جو مقدر ہوتا ہے وہی ہوتا ہے۔ سوچنے کا مقام ہے کہ کوئی شخص کسی کی دس سال خدمت کرے اور اسے گالی گلوج، مار پیٹ تو کیا اُف تک نہیں کہا جا رہا ہے۔ مگر آج ہمارے معاشرے میں مالک جب تک اپنے نوکر کو دس بیس گالیاں نہ دے لے اور روزانہ اس کے پورے خاندان کی بخیہ نہ ادھیڑ لے اس کو کسی طور چین نہیں آتا۔ یہ ان کے ساتھ بدترین ظلم اور زیادتی ہے اس سے بچنا چاہیے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذات خود تمام ماتحتوں کے حقوق کی ادائیگی اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا سخت اہتمام فرماتے اور اپنے صحابہ ؓ اور دوستوں کی بھی اس کی خوب تاکید فرماتے؛ چناں چہ واقعہ ہے کہ ابو مسعود ؓ ایک بار اپنے غلام کی سخت تادیب اور پٹائی کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: ابو مسعود! اللہ تعالیٰ تم پر اس غلام سے زیادہ قادر ہے۔ (مسلم) غور کرنے کا مقام ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک غلام کو مارنے پر اپنے ایک صحابی کو کیسی سخت تنبیہ فرما رہے ہیں۔

اسی طرح ہماری زندگی میں جو لوگ ہیں، وہ روم پارٹنر ہوں یا دوست، شاگرد ہوں یا ہم پیشہ، بھائی بہن ہوں یا پڑوسی، ان کے ساتھ ہمیں اچھا برتاؤ کرنا چاہیے کہ یہی ایک انسانی معاشرے کا تقاضا ہے۔

تعارف فرق ضالہ

فتنۂ گوہرشاہی

”گوہرشاہی“ فرقے کے باطل نظریات پر مشتمل درج ذیل مضمون مولانا وجیہہ الدین قاسمی صاحب* نے اُن ہی کے کتابوں سے اقتباسات اخذ کر کے بہ غرض استفتاء مرتب کیا ہے، اس گمراہ فرقے کو جاننے، سمجھنے اور اس سے ہوشیار رہنے کے لئے کافی معلوم ہوا، اس لئے شاملِ اشاعت کیا گیا ہے۔ (مرتب)

ہمارے شہر حیدرآباد میں کچھ لوگ پڑوسی ملک پاکستان کے ایک شخص ریاض احمد گوہرشاہی کو مہدی مان کر اس کے مہدی ہونے کا پرچار کر رہے ہیں، یہ شخص اگرچہ مر چکا ہے، لیکن یونس گوہرشاہی نامی شخص اس کا جانشین ہے، جو ''الرا'' (ALRA TV) یوٹیوب چینل پر بیانات کے ذریعہ ریاض احمد گوہرشاہی کے خودساختہ عقائد اور اس کے افکار وخیالات کو پھیلا رہا ہے، ریاض احمد گوہرشاہی نے مختلف کتابیں بھی لکھی ہیں، ان کتابوں سے اِس شخص کے چند عقائد معلوم ہوتے ہیں، مثلاً:

ریاض احمد گوہرشاہی لکھتا ہے:

1) جب ہاتھ اُٹھایا تو تصور یہ ہوتا ہے کہ اللہ کو پکڑ رہا ہوں، جب ہاتھ منہ کی طرف لایا تو تصور یہ ہوتا ہے کہ اللہ میرے منہ میں چلا گیا ہے۔

2) ایک دن اللہ تعالیٰ کو خیال آیا کہ خود کو دیکھوں، سامنے جو عکس پڑا تو ایک روح بن گئی اللہ اس پر عاشق اور وہ اللہ پر عاشق ہوگئی۔

3) اگر اللہ آپ میں سمائے اور اگر آپ مسلمان ہیں تو ولی کہلائیں گے اگر سکھ ہیں تو آپ گرو کہلائیں گے، اور اگر عیسائی ہیں تو سینٹ کہلائیں گے۔

4) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بیعت کیا۔

* ناظر مجلس تحفظ ختم نبوت، تلنگانہ وآندھرا

5) ولی اس کو کہتے ہیں جس نے رب کا دیدار کیا ہو یا رب سے ہم کلام ہو۔

(ہنڈ بل راہ نمائے طریقت واسرار حقیقت؟)

6) پہلے اعمال ہیں پھر اس کے بعد ایمان ہے۔(تحفۃ المجالس، بحوالہ: دورِ جدید کا مسیلمۂ کذّاب،ص:58)

7) بغیر کلمہ پڑھے بھی اللہ تک رسائی ہوسکتی ہے۔(بحوالہ: دورِ جدید کا مسیلمۂ کذّاب،ص:50)

8) جس دل میں خدا کی محبت ہے وہ خواہ کسی مذہب میں ہے یا نہیں ہے، وہ جہنم میں نہیں جاسکتا۔

(بحوالہ: دورِ جدید کا مسیلمۂ کذّاب،ص:51)

9) میری ظاہری تعلیم میٹرک ہے اور میں نے باضابطہ کسی مدرسہ سے تعلیم حاصل نہیں کی، البتہ روحانی تعلیم حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل کی ہے، اِس وقت بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی مجھے تعلیم دیتے ہیں جتنا مجھے علم ہوتا ہے اور حکم ہوتا ہے بتا دیتا ہوں، یا تعلیم دیتا ہوں۔(حق کی آواز، بحوالہ: دورِ جدید کا مسیلمۂ کذّاب ص:46)

10) جب ہم اس مشن کو پھیلانے کے لئے آئے تو ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نہ تو عالم ہیں نہ مولوی، ہماری بات کون مانے گا؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آپ جائیں ہم خود منوالیں گے اور آج وہ منوا رہے ہیں۔(حق کی آواز ص:32، بحوالہ: دورِ جدید کا مسیلمۂ کذّاب ص:46)

11) انجمن سرفروشان کا روحانی مشن (یعنی گوہر شاہی کا مشن) ہم نے اپنی مرضی سے شروع نہیں کیا بلکہ اس مشن کو اللہ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا حاصل ہے۔(حق کی آواز ص:4، بحوالہ: دورِ جدید کا مسیلمۂ کذّاب ص:46)

12) ہمیں منجانب الٰہی حکم ہے کہ ہم حق بات کو لوگوں تک پہنچائیں۔

(حق کی آواز ص:55، بحوالہ: دورِ جدید کا مسیلمۂ کذّاب ص:47)

13) ہم جو کچھ کہتے ہیں منجانب اللہ کہتے ہیں۔

(حق کی آواز ص:29، بحوالہ: دورِ جدید کا مسیلمۂ کذّاب ص:47)

14) نماز میں ایک کڑی شرط ہے کہ ہم اللہ کو دیکھ رہے ہوں، یا اللہ ہم کو دیکھ رہا ہے، ظاہر ہے ہم اللہ کو نہیں دیکھ رہے اور اللہ بھی ہمیں نہیں دیکھتا کیوں کہ حدیث شریف میں ہے کہ:

ان اللہ لا ینظر الی صورکم ولا ینظر الی اعمالکم ولکن ینظر الی قلوبکم ونیاتکم

(روشناس ص:23,24، بحوالہ: دورِ جدید کا مسیلمۂ کذّاب ص:47)

15) اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں حضرت علیؓ کی انگوٹھی۔

”حدیث میں ہے کہ میں نے خدا سے ہاتھ ملایا ایک دوسری حدیث میں ہے کہ دیدار کے وقت

حضور پاک نے خدا کے ہاتھ میں وہ انگوٹھی دیکھی جوانہوں نے حضرت علیؓ کو دی تھی۔

(کیا ایسی کوئی حدیث موجود ہے؟ یا پھر یہ من گھڑت قصہ ہے.... براہِ کرم بتائیے۔)

16) طریقت کے قاعدے قانون شریعت پر اور شریعت کے قاعدے قانون طریقت پر لاگونہیں ہوسکتے۔ (حق کی آواز ص:10، بحوالہ: دورِجدید کا مسیلمۂ کذّاب ص:54)

17) نماز، روزہ، حج، زکوۃ عبادات ہیں روحانیت نہیں۔

(حق کی آواز ص:3، بحوالہ: دورِجدید کا مسیلمۂ کذّاب ص:57)

18) قرآن مجید کے حوالہ سے یہ شخص کہتا ہے،

قرآن مجید میں بار بار آیا ہے ''دع نفسک و تعال'' (یعنی نفس کو چھوڑ اور چلا آ)۔

(مینارہ نور ص:29 طبع اول 1402، بحوالہ: دورِجدید کا مسیلمۂ کذّاب ص:58)

(کیا ایسی کوئی آیت قرآن مجید میں ہے؟ اگر ہے تو کتنی دفعہ اس کا تذکرہ آیا ہے؟ اگر نہیں ہے تو قرآن مجید کے بارے میں اس شخص کا یہ جرم کیسا ہے؟ اور اس کا کیا حکم ہے۔)

19) قرآن کے کتنے پارے ہیں؟ اور قرآن کس کے لئے ہے؟ گوہر شاہی کہتا ہے:

''یہ قرآن پاک عوام الناس کے لئے ہے، جس طرح ایک علم عوام کے لئے جب کہ دوسرا علم خواص کے لئے جو سینہ بہ سینہ عطا ہوا، اسی طرح قرآن پاک کے دس پارے اور ہیں، جب ہم نے اللہ کو پانے کی غرض سے لعل باغ سہون شریف [پاکستان] میں ذکر و فکر تلاوت، عبادت و ریاضت اور مجاہدات کئے تو ہم پر باطنی راز منکشف ہونا شروع ہو گئے، باطنی مخلوقات ہمارے سامنے آ گئیں پھر وہ دس پارے بھی سامنے آ گئے۔''

(حق کی آواز ص:52، بحوالہ: دورِجدید کا مسیلمۂ کذّاب ص:59)

20) حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں لکھتا ہے:

جب آپ (آدم علیہ السلام) یہاں پہنچے تو..... آپ کو ایک دن عرش کرسی کا کشف ہوا جس پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا..... آپ نے جب اسم محمد، اللہ تعالیٰ کے ساتھ لکھا دیکھا تو خیال ہوا کہ یہ محمد کون ہیں؟ جواب آیا تمہاری اولاد میں ہوں گے، نفس نے اکسایا کہ تیری اولاد میں سے ہو کر تجھ سے بڑھ جائیں گے؟ بے انصافی ہے؟ اس خیال کے بعد آپ کو دوبارہ سزا دی گئی۔

(روشناس، ص:9، مینارہ نور ص:11 طبع اول، بحوالہ: دورِجدید کا مسیلمۂ کذّاب ص:64,65)

21) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لکھتا ہے:

بیت المقدس سے دو میل دور موسیٰ علیہ السلام کا مزار ہے، یہودی مرد اور عورتیں وہاں شراب نوشی کرتے ہیں، حتیٰ کہ وہ مزار فحاشی کا اڈہ بن گیا جس کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کے لطائف وہ جگہ چھوڑ گئے اور مزار خالی بت خانہ رہ گیا ہے۔ (مینارہ نور، ص:62) (بحوالہ: دورِ جدید کا مسیلمۂ کذّاب، ص:66)

22) بیت اللہ میں نماز کا ثواب ہر حاجی کو نہیں ملتا۔

اس شخص کے نزدیک خانہ کعبہ میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ اور مدینہ میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار کا ہر مسلمان کے لئے نہیں، کہتا ہے: اس بابت حقیقت کچھ اور ہے ایک ایک لاکھ اور پچاس ہزار کا ثواب اصل میں ان نمازیوں کو حاصل ہوتا ہے جن کے دل پر خانہ کعبہ اور روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نقش ہوتا ہے، جن کے دل پر خانہ کعبہ بس گیا وہ کہیں بھی نماز ادا کرے لاکھ گنا ثواب حاصل ہوگا۔

(تحفۃ المجالس ص:72،73، بحوالہ: دورِ جدید کا مسیلمۂ کذّاب ص:69)

23) نظامِ عالم، عبادت اور خلاف مخالفت، اللہ اور شیطان کی ملی بھگت ہے

یہ شخص کہتا ہے: ''ایک دفعہ شیطان سے ہماری گفتگو ہوئی، اس نے کہا کہ میں بھی جو کچھ کرتا ہوں یہ سب دراصل میری اور خدا کی ملی بھگت ہے اور میں جو کچھ بھی کرتا ہوں یہ سب اس کی مرضی سے ہی کرتا ہوں، پھر اس نے کہا کہ اصل میں خدا کی بے پناہ رحمت کی وجہ سے سارے فرشتے، حوریں اور سب مخلوق خدا سے بے خوف ہو گئے تھے، پھر خدا نے مجھ سے کہا کہ اب معاملہ خراب ہو گیا ہے اب اسے درست کرنا چاہئے، اس کے بعد ہی میں نے آدم کو سجدے سے انکار کیا اور اس کو جنت سے باہر نکلوایا، اس طرح مجھے لعین قرار دیا گیا، فرشتوں اور دوسری مخلوق نے جب دیکھا کہ خدا کے اس قدر کے نزدیک رہنے اور اس کی عبادت کرنے والا بھی خدا کے غضب میں آ گیا تو ان میں پھر سے خدا کا خوف آ گیا، یہ سب میں نے اسی کے حکم سے کیا تم ہی بتاؤ کہ خدا کی مرضی کے خلاف کوئی کچھ کر سکتا ہے؟ اس کی دلیلیں سن کر یہ اثر ہوا کہ ہم نے درود کی محفل میں اعوذ باللہ پڑھنا چھوڑ دیا کہ جب یہ سب کچھ اس کی مرضی سے ہوا تو یہ پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور یہ تو خدا نے ایسے ہی کھیل بنا دیا ہے'' (یادگار لمحات، ص:4، بحوالہ: دورِ جدید کا مسیلمۂ کذّاب ص:71,72)

24) کیا جنت میں بھی سزا ملے گی؟ لکھتا ہے:

''اگر امتی ہوتا تو حضور پاک کی شفاعت سے محروم نہ ہوتا کہ آپ کے اصلی یا داخلی امتی کبھی بھی دوزخ میں نہ جائیں گے، اگر ان کو سزا بھی ملے گی تو بہشت میں ہی ملے گی...''

(مینارہ نور ص:59، بحوالہ: دورِ جدید کا مسیلمۂ کذّاب ص:73)

25) موسیقی سننا، ڈانس کرنا اور چرس پلانا کیسا ہے؟

ایک اور شخص نے پوچھا کہ کچھ لوگ موسیقی کے ساتھ ذکر کرتے ہیں کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟ سرکار (گوہر شاہی نے فرمایا؛ جو چیز بھی خدا کی طرف سے مزا دے اسے کرنے میں حرج نہیں ہے، اگر موسیقی یا رقص سے ذکر میں سرور آتا ہے اور خدا کی محبت بڑھتی ہے تو اس میں حرج نہیں، اگر یہ بات نہیں تو موسیقی سننا مناسب نہیں۔

(بحوالہ: دورِ جدید کا مسیلمۂ کذّاب، ص:74)

26) نیز اللہ اللہ کرنے کے لئے ڈانس کرنا جائز ہے اور اللہ اللہ کرانے کے لئے چرس پلانا جائز ہے۔

(یادگار لمحات ص:19، بحوالہ: دورِ جدید کا مسیلمۂ کذّاب ص:73)

27) ریاض احمد گوہر شاہی اور اس کے ماننے والوں کے نزدیک حضرت مہدی کی علامتیں

ریاض احمد گوہر شاہی کے نزدیک حجر اسود میں ایک شبیہ ہے اور وہ شبیہ اِسی شخص کی ہے اور یہی شبیہ اصل میں مہدی کی علامت ہے اور اسی وجہ سے حجر اسود کو بعد میں کلر کیا گیا، رنگ دیا گیا اور یہی شبیہ حجر اسود کے علاوہ چاند، سورج میں بھی ہیں اور منجانب اللہ مہدی کی نشانیاں ہیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حجر اسود کو بوسہ لینے کی وجہ یہ بتاتا ہے کہ وہ شبیہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نظر آئی اس سے آپ کو پیار تھا، اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بوسہ دیا، چنانچہ کہتا ہے:

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دنیا میں تشریف لائے تو حجر اسود پر اس شخص (یعنی ریاض گوہر شاہی) کی شبیہ دیکھی تھی تو انہیں یاد آ گیا کہ یہ وہ روح ہے جس کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بڑا پیار تھا، اور دونوں روحیں آپس میں بڑی خوش وخرم تھیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس روح کی شبیہ دیکھ کر پہچان لیا اور بوسہ دیا۔

(پندرہ روزہ ''صدائے سرفروش'' یکم تا 15 اگست 1999ء، بحوالہ: دورِ جدید کا مسیلمۂ کذّاب ص:73)

28) چاند، سورج، حجر اسود پر شبیہ اللہ کی نشانیاں ہیں، یہ منجانب اللہ ہے، اور انہیں جھٹلانا گویا اللہ کی بات سے نفی ہے۔ (حق کی آواز ص:26، بحوالہ: دورِ جدید کا مسیلمۂ کذّاب ص:46)

اللہ ہم سب ان گمراہ فرقوں سے حفاظت فرمائے۔ آمین

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه

فضائل وآداب

ماہِ شعبان اور شبِ براءت: فضائل واعمال

از: مولانا ابوجندل قاسمی*

ماہِ شعبان ایک بابرکت مہینہ ہے، "شعبان" عربی زبان کے لفظ "شَعْبٌ" سے بنا ہے، جس کے معنی پھیلنے کے آتے ہیں اور چوں کہ اس مہینے میں رمضان المبارک کے لیے خوب بھلائی پھیلتی ہے اسی وجہ سے اس مہینے کا نام "شعبان" رکھا گیا۔ (عمدۃ القاری، باب صوم شعبان ۱۱/ ۱۱۶، فیض القدیر ۲/ ۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مہینے کے اکثر حصے میں روزے رکھتے تھے؛ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (پورے اہتمام کے ساتھ) رمضان المبارک کے علاوہ کسی پورے مہینے کے روزے رکھے ہوں اور میں نے نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی مہینے میں شعبان سے زیادہ نفلی روزے رکھتے ہوں۔ (صحیح بخاری ۱/ ۲۶۴، صحیح مسلم ۱/ ۳۶۵)

ایک اور حدیث میں فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات پسند تھی کہ تمام مہینوں سے زیادہ شعبان کے روزے رکھیں (یہاں تک کہ) رمضان سے ملا دیں۔ (کنز العمال: حدیث ۲۴۵۸۴)

اسی طرح حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شعبان اور رمضان کے سوا لگاتار دو مہینے روزے رکھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔ (ترمذی: ۱/ ۱۵۵) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے پورے مہینے کے ساتھ ساتھ شعبان کے بھی تقریباً پورے مہینے کے روزے رکھتے تھے اور بہت کم دن ناغہ فرماتے تھے۔

ماہِ شعبان میں روزے کی حکمتیں:

ماہِ شعبان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ نفلی روزے رکھنے کے کئی اسباب اور کئی حکمتیں بیان کی گئی ہیں، علامہ محب طبریؒ نے چھ حکمتیں بیان فرمائی ہیں، (عمدۃ القاری: ۱۱/ ۱۱۹) جن میں سے چار حکمتیں وہ ہیں جن کی طرف احادیث میں بھی اشارہ کیا گیا ہے، انھیں کو یہاں ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

(۱) رمضان کی تعظیم اور روحانی تیاری

چناں چہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ:

* مدرسہ قاسم العلوم تیوڑہ، مظفرنگر، یوپی

رمضان المبارک کے بعد افضل روزہ کون سا ہے؟ ارشاد فرمایا: رمضان کی تعظیم کے لیے شعبان کا روزہ، الخ (ترمذی شریف ۱/ ۱۴۴، باب فضل الصدقہ) یعنی رمضان المبارک کی عظمت، اس کی روحانی تیاری، اس کا قرب اور اس کے خاص انوار وبرکات کے حصول اور ان سے مزید مناسبت پیدا کرنے کا شوق اور داعیہ ماہِ شعبان میں کثرت کے ساتھ نفلی روزے رکھنے کا سبب بنتا تھا اور شعبان کے ان روزوں کو رمضان کے روزوں سے وہی نسبت ہے جو فرض نمازوں سے پہلے پڑھی جانے والے نوافل کو فرضوں سے ہوتی ہے۔

(الطائف المعارف لابن رجب ۱/ ۱۳۸، معارف الحدیث ۴/ ۱۵۵)

(۲) اللہ تعالیٰ کی طرف اعمال کا اٹھایا جانا

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شعبان کا مہینہ رجب اور رمضان کے درمیان کا مہینہ ہے، لوگ اس کی فضیلت سے غافل ہیں؛ حالاں کہ اس مہینے میں بندوں کے اعمال پروردگارِ عالم کی جانب اٹھائے جاتے ہیں، لہٰذا میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل بارگاہِ الٰہی میں اس حال میں پیش ہو کہ میں روزہ دار ہوں۔ (شعب الایمان حدیث ۳۸۲۰، فتح الباری ۴/ ۲۵۳)

(۳) مرنے والوں کی فہرست کا ملک الموت کے حوالے ہونا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! آپ ماہِ شعبان میں اس کثرت سے روزے کیوں رکھتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: اس مہینے میں ہر اس شخص کا نام ملک الموت کے حوالے کردیا جاتا ہے جن کی روحیں اس سال میں قبض کی جائیں گی؛ لہٰذا میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میرا نام اس حال میں حوالے کیا جائے کہ میں روزے دار ہوں۔

(مسند ابویعلی حدیث ۴۹۱۱، فتح الباری ۴/ ۲۵۳)

(۴) ہر مہینے کے تین دن کے روزوں کا جمع ہونا

ایک حکمت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تقریباً ہر مہینے تین دن یعنی ایامِ بیض (تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ) کے روزے رکھتے تھے، (نسائی شریف ۱/ ۲۵۷) لیکن بسا اوقات سفر وضیافت وغیرہ کسی عذر کی وجہ سے چھوٹ جاتے اور وہ کئی مہینوں کے جمع ہوجاتے تو ماہِ شعبان میں ان کی قضا فرماتے؛ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے حدیث شریف مروی ہے کہ: "کان رسول اللہ ﷺ یَصُوْمُ ثَلَاثَۃَ ایامٍ من کُلِّ شَھْرٍ فَرُبَّما اَخَّرَ ذٰلِکَ حَتّٰی یَجْتَمِعَ عَلَیْہِ صَومُ السَّنَۃِ فَیَصُوْمُ شعبانَ" (روضۃ المحدثین ۲/ ۳۴۹، نیل الاوطار ۴/ ۳۳۱)۔

فائدہ: مندرجہ بالا احادیث شریفہ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کئی حکمتوں کی وجہ سے شعبان میں

کثرت کے ساتھ روزے رکھتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب آدھا شعبان باقی رہ جائے تو روزے مت رکھو۔ (ترمذی شریف ۱/ ۱۵۵، جامع الاحادیث ۲/ ۴۴۵) تو علماء نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اس حدیث شریف میں ممانعت ان لوگوں کے لیے ہے جن کو روزہ کمزور کرتا ہے، ایسے لوگوں کو اس حدیث شریف میں یہ حکم دیا گیا کہ نصف شعبان کے بعد روزے مت رکھو؛ بلکہ کھاؤ پیئو اور طاقت حاصل کرو؛ تاکہ رمضان المبارک کے روزے قوت کے ساتھ رکھ سکو اور دیگر عبادات نشاط کے ساتھ انجام دے سکو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چوں کہ طاقت ور تھے، روزوں کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کمزوری لاحق نہیں ہوتی تھی؛ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نصف شعبان کے بعد بھی روزے رکھتے تھے اور امت میں سے جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہیں اور روزے ان کو کمزور نہیں کرتے وہ بھی نصف شعبان کے بعد روزے رکھ سکتے ہیں، ممانعت صرف ان لوگوں کے لیے ہے جن کو کمزوری لاحق ہوتی ہے۔

(فتح الباری ۴/ ۲۵۳، تحفۃ الالمعی ۳/ ۱۱۱)

شب براءت کی فضیلت واہمیت:

ماہِ شعبان کی پندرہویں شب "شبِ برأت" کہلاتی ہے، براءت کے معنی "رستگاری وچھٹکارا" کے ہیں، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں: شب برأت کو شب برأت اس لیے کہتے ہیں کہ اس رات میں دو قسم کی براءت ہوتی ہے: (۱) ایک براءت تو بدبختوں کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ (۲) دوسری براءت خدا کے دوستوں کو ذلت وخواری سے ہوتی ہے۔ (غنیۃ الطالبین، ص ۴۵۶)

نیز فرمایا کہ جس طرح مسلمانوں کے لیے اس روئے زمین پر عید کے دو دن (عیدالفطر وعیدالاضحیٰ) ہیں، اسی طرح فرشتوں کے لیے آسمان پر دو راتیں (شبِ براءت وشبِ قدر) عید کی راتیں ہیں۔ مسلمانوں کی عید دن میں رکھی گئی؛ کیوں کہ وہ رات میں سوتے ہیں اور فرشتوں کی عید رات میں رکھی گئی؛ کیوں کہ وہ سوتے نہیں۔

(غنیۃ الطالبین، ص ۴۵۷)

احادیث شریفہ میں شبِ براءت کی بہت زیادہ فضیلت اور اہمیت بیان کی گئی ہے، جن میں سے چار حدیثیں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) بے شمار لوگوں کی مغفرت:

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے، فرماتی ہیں: میں نے ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے بستر پر نہ پایا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تلاش میں نکلی، تو میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بقیع (مدینہ طیبہ کا قبرستان) میں ہیں،

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (مجھے دیکھ کر) ارشاد فرمایا: کیا تو یہ اندیشہ رکھتی ہے کہ اللہ اور اس کا رسول تمہارے ساتھ بے انصافی کرے گا؟ (یعنی تمہاری باری میں کسی دوسری بیوی کے پاس چلا جائے گا؟) میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے یہ خیال ہوا کہ آپ اپنی کسی دوسری بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب میں آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور قبیلۂ بنوکلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کی مغفرت فرماتے ہیں۔ (ترمذی: ۱/۱۵۶، ابن ماجہ، ص۹۹) (بنوکلب عرب کا ایک قبیلہ تھا، عرب کے تمام قبائل سے زیادہ اس کے پاس بکریاں ہوتی تھیں۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ ۳/۳۳۹)

(۲) صبح تک اللہ تعالیٰ کی ندا:

حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: جب نصف شعبان کی رات آجائے تو تم اس رات میں قیام کیا کرو اور اس کے دن (پندرہویں تاریخ) کا روزہ رکھا کرو؛ اس لیے کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ سورج غروب ہونے سے طلوعِ فجر تک قریب کے آسمان پر نزول فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ کیا ہے کوئی مجھ سے مغفرت طلب کرنے والا جس کی میں مغفرت کروں؟، کیا ہے کوئی مجھ سے رزق کا طالب کہ میں اس کو رزق عطا کروں؟ کیا ہے کوئی کسی مصیبت یا بیماری میں مبتلا کہ میں اس کو عافیت عطا کروں؟ کیا ہے کوئی ایسا؟ کیا ہے کوئی ایسا؟ اللہ تعالیٰ برابر یہ آواز دیتے رہتے ہیں؛ یہاں تک کہ صبح ہوجاتی ہے۔ (ابن ماجہ ص۹۹، شعب الایمان ۳/۳۷۸، حدیث ۳۸۲۲)

(۳) کن لوگوں کی مغفرت نہیں ہوتی:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ جھانکتے ہیں یعنی متوجہ ہوتے ہیں نصف شعبان کی رات میں، پس اپنی تمام مخلوق کی مغفرت فرمادیتے ہیں سوائے مشرک اور کینہ رکھنے والے کے۔ (سنن ابن ماجہ ص۹۹، شعب الایمان للبیہقی ۳/۳۸۲)

اہم فائدہ: حدیث میں "مشاحن" کی ایک تشریح اس بدعتی سے بھی کی گئی ہے جو مسلمانوں کی جماعت سے الگ راہ اپنائے (مسند اسحاق بن راہویہ ۳/۹۸۱، حاشیہ ابن ماجہ ص۹۹) حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کی روایت میں "زانیہ" بھی آیا ہے اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ایک روایت میں "رشتہ داری توڑنے والا، ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکانے والا، ماں باپ کا نافرمان اور شراب کا عادی" بھی آیا ہے اور بعض روایات میں عشّار، ساحر، کاہن، عرّاف اور طبلہ بجانے والا بھی آیا ہے۔ گویا احادیث شریفہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ عام مغفرت کی اس مبارک رات میں چودہ (۱۴) قسم کے آدمیوں کی مغفرت نہیں ہوتی؛ لہٰذا ان لوگوں کو اپنے احوال کی اصلاح

کرنی چاہیے: (۱) مشرک، کسی بھی قسم کے شرک میں مبتلا ہو (۲) بغیر کسی شرعی وجہ کے کسی سے کینہ اور دشمنی رکھنے والا (۳) اہل حق کی جماعت سے الگ رہنے والا (۴) زانی وزانیہ (۵) رشتے داری توڑنے والا (۶) ٹخنوں سے نیچے اپنا کپڑا لٹکانے والا (۷) ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا (۸) شراب یا کسی دوسری چیز کے ذریعے نشہ کرنے والا (۹) اپنا یا کسی دوسرے کا قاتل (۱۰) جبراً ٹیکس وصول کرنے والا (۱۱) جادوگر (۱۲) ہاتھوں کے نشانات وغیرہ دیکھ کر غیب کی خبریں بتانے والا (۱۳) ستاروں کو دیکھ کر یا فال کے ذریعے خبر دینے والا (۱۴) طبلہ اور باجا بجانے والا۔ (شعب الایمان ۳/ ۳۸۲، ۳۸۳، الترغیب والترہیب ۲/ ۷۳، مظاہر حق جدیث ۲/ ۲۲۱، ۲۲۲)

(۴) پانچ راتوں میں دعا رد نہیں ہوتی:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: پانچ راتوں میں دعا رد نہیں ہوتی (ضرور قبول ہوتی ہے) جمعہ کی رات، ماہِ رجب کی پہلی رات، نصف شعبان کی رات، عیدین کی راتیں۔

(شعیب الایمان ۳/ ۳۴۲، حدیث ۳۷۱۳)

شب براءت کے اعمال:

ان احادیث شریفہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ شبِ برأت ایک بابرکت اور عظمت والی رات ہے، اگرچہ شبِ برأت کے متعلق ذخیرۂ احادیث میں جتنی حدیثیں آئی ہیں، وہ سب کمزور ہیں، ان کی سند محدثین کے اصول کے مطابق صحیح نہیں؛ مگر چوں کہ یہ متعدد حدیثیں ہیں اور مختلف صحابۂ کرامؓ (مثلاً: ابوبکر صدیق، علی بن ابی طالب، معاذ بن جبل، ابوموسیٰ اشعری، عبداللہ بن عمرو بن العاص، ابوثعلبہ خشنی، عثمان بن ابی العاص اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہم) سے مختلف سندوں سے روایت کی گئی ہیں؛ اس لیے یہ روایات کم از کم "حسن لغیرہ" کے درجے میں ہیں۔ اسی وجہ سے اکثر بلاد اسلامیہ کے دین دار حلقوں میں ہر زمانے میں اس رات کے اندر عبادت، دعا اور استغفار نیز اس کی فضیلت سے فائدہ اٹھانے کا خصوصی اہتمام کیا جاتا رہا ہے، اس خاص موقع پر کن کاموں کو کس طریقے پر کرنا چاہیے اور کن امور سے پرہیز کرنا چاہیے؟ ذیل میں ان کو اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے:

(۱) شب براءت میں عبادت کریں: اس سلسلے میں چند باتیں پیش نظر رہنی ضروری ہیں: (۱) نفلی عبادت تنہائی میں اور اپنے گھر میں ادا کرنا افضل ہے؛ لہٰذا شب براءت کی عبادت بھی گھر میں کریں، مسجد میں نہیں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اِجْعَلُوْا فِیْ بُیُوْتِکُمْ مِنْ

صَلَاتِکُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْہَا قُبُوْرًا“ (بخاری شریف ۱/۱۵۸) اپنی نماز کا کچھ حصہ اپنے گھروں میں بناؤ یعنی نوافل گھر میں ادا کرو اور ان کو قبرستان نہ بناؤ کہ قبرستان میں نماز نہیں پڑھی جاتی ۔(تحفۃ القاری ۳/۵۰۷)

(۲) اس رات میں (اسی طرح شب قدر میں بھی) عبادت کا کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں؛ ذکر و تلاوت، نفل نماز، صلاۃ التسبیح وغیرہ کوئی بھی عبادت کی جاسکتی ہے۔(۳) اپنی ہمت اور طاقت کے مطابق عبادت کرنی چاہیے، اتنا بیدار رہنا صحیح نہیں ہے کہ آدمی بیمار ہوجائے۔(۴) پورے سال فرض نماز کا اہتمام کیا جائے، صرف شب براءت میں نفلی عبادت کر کے اپنے کو جنت کا مستحق سمجھنا باطل خیال ہے، یوں اللہ تعالیٰ مختار کل اور قادر مطلق ہے جس کو چاہے معاف کرسکتا ہے۔(۵) بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اس رات میں ایک مخصوص طریقے سے دو رکعت نماز پڑھ لی جائے تو جو نمازیں قضا ہوگئیں وہ سب معاف ہوجائیں گی۔ یہ بات بالکل بے اصل ہے۔(۶) شب براءت میں فضول گپ شپ میں شب بیداری کرنا، گلیوں، چوراہوں اور ہوٹلوں میں وقت گذارنا بالکل بے سود؛ بلکہ ”نیکی برباد گناہ لازم“ کا مصداق ہے۔

(۲) قبرستان جانے کا مسئلہ: حدیث شریف گذر چکی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس رات قبرستان تشریف لے گئے ؛ مگر واضح رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عمل اس قدر خفیہ تھا کہ آپ نے اپنی زوجۂ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی اپنے جانے کو مخفی رکھا اور کسی بھی صحابیؓ کو اپنے ساتھ نہیں لے گئے اور بعد میں بھی کسی صحابی کو اس عمل کی ترغیب دینا ثابت نہیں؛ اس لیے شب براءت میں ٹولیوں کی شکل میں قبرستان جانا، اس کو شب براءت کا جز و لازم سمجھنا، راستوں میں روشنی کا اہتمام کرنا، یہ دین میں زیادتی اور غلو ہے، بغیر کسی اہتمام اور پابندی کے قبرستان جانا چاہیے!

(۳) پندرہویں تاریخ کو روزہ رکھنا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث شریف پر عمل کرتے ہوئے امت میں پندرہویں تاریخ کے روزہ رکھنے کا معمول رہا ہے۔ اگرچہ وہ حدیث باتفاقِ محدثین انتہائی ضعیف ہے؛ اس بنا پر پندرہویں شعبان کے روزے کو نہ تو سنت قرار دینا مناسب ہے اور نہ بدعت؛ البتہ مستحب کہا جائے گا؛ کیوں کہ ایک ضعیف حدیث میں اس کی فضیلت مذکور ہے اور فضائل میں ضعیف حدیث قابل قبول ہوتی ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ ماہِ شعبان کے اکثر حصے کے روزے رکھے جائیں، یہ نہ ہوسکے تو ماہ شعبان کے نصف اوّل کے روزے رکھے جائیں، یہ بھی نہ ہوسکے تو ایام بیض (۱۳، ۱۴، ۱۵ شعبان) کے روزے رکھے جائیں اور اتنا بھی نہ ہوسکے تو کم از کم پندرہ شعبان کا روزہ تو رکھ ہی لے، یہ روزہ بھی ان شاء اللہ موجب اجر ہوگا۔

افاداتِ اکابر

تین قیمتی نصیحتیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی

(۱) سب سے اہم چیز اخلاص ہے، خطابت کے جوہر دکھانا، شعلہ بیان تقاریر وغیرہ کسی کام کے نہیں جب تک دل میں للٰہیت اور خلوص نہ ہو۔

(۲) درس و تدریس سمیت ہر کام کو خدمت کی نیت سے کرنا سیکھیں۔ آج تعلیم بھی پیشہ بن چکا ہے یعنی نیت یہ ہے کہ پیسہ آئے اور زیادہ آئے، بس! حالانکہ جذبہ کسی بھی کام کے پیچھے خدمت کا ہونا چاہئے تب جا کر فائدہ ہوگا اور نفع ملے گا۔ اس کا پتہ اس وقت چلتا ہے جب کسی جگہ انسان خدمت کرتا ہو اور دوسری جگہ سے پیشکش آئے جس میں تنخواہ زیادہ ہو مگر خدمت کے مواقع کم ہو، اب اگر بندہ صرف تنخواہ کے پیچھے زیادہ خدمت والی جگہ چھوڑتا ہے تو پتہ چلا کہ مقصد دنیا تھا نہ کہ خدمت۔ اپنے والد ماجد مفتی اعظم مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کا واقعہ سنایا کہ شروع میں جب دیوبند میں تدریس کی خدمت شروع کی تو تنخواہ ۱۵ روپے مقرر ہوئی جو بعد میں جا کر ۶۵ روپے تک جا پہنچی۔ آپ کو کلکتہ کے دارالعلوم سے پیشکش ہوئی کہ ۵۰۰ ماہوار تنخواہ پر کام کریں، تو کہاں ۶۵ اور کہاں ۵۰۰؟ مگر فرمایا کہ والد ماجد قدس سرہ نے ایک جوابی خط لکھ دیا کہ مجھے نہیں آنا ہے کیونکہ دیوبند میں خدمت کے مواقع زیادہ تھے۔ اس خط میں متنبی کا یہ شعر بھی لکھ دیا:

ومن رکب الثور بعد الجواد
أنکر أظلافه و الغبب

(جو شخص ایک تیز رفتار گھوڑے کی سواری کے بعد کسی بیل کے اوپر سواری کرے گا تو اسے بیل کے پاؤں اور اس کی گردن کبھی پسند نہیں آئے گی۔)

(۳) اپنے اکابر کی سوانح پڑھنے کا جتنا اہتمام ہو سکے کرنا چاہئے۔ حضرت گنگوہی، کاندھلوی، تھانوی اور شیخ الہند رحمہم اللہ کے سوانح میں وہ کچھ اللہ کے فضل سے موجود ہے جو کسی اور جگہ شاید ہی مل سکے۔ ان بزرگوں کا مزاج و مذاق سنت نبوی بن چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان قیمتی نصائح پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

فقہ وفتاویٰ

آپ کے شرعی مسائل

از: مفتی ندیم الدین قاسمی*

بچہ کی پیدائش کے وقت اذان واقامت کہنے کے لئے کوئی مرد نہ ہو

سوال: بچہ کی پیدائش کے وقت اذان واقامت کہنے کے لئے کوئی مرد نہ ہوتو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر مرد نہ ہوتو لڑکا، لڑکی یا عورت کے لئے بھی اذان واقامت کہنے کی اجازت ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ۵/ ۴۵۵،۴۵۶)

مصیبت کو دور کرنے کے لئے اذان دینا

سوال: وبائی بیماریوں کے پھیل جانے کے موقعہ پر اذان دینا کیسا ہے؟

جواب: یہ کوئی شرعی چیز نہیں؛ لہذا ایسے وقت اذان کہنا سنت نہیں اور اسے سنت سمجھنا ناجائز ہے۔

(مستفاد از: فتاوی محمودیہ ۳/ ۲۹۸)

مشکلات کو دور کرنے لے لئے پرندوں کو دانہ ڈالنا

سوال: ایک صاحب بہ غرضِ ثواب، یا اپنی مشکلات کے دفع ہونے، یا اپنے کسی مقصد میں کامیابی کے لئے پرندوں کو اناج ڈالتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: چڑیوں کو دانہ ڈالنا اور نیت کرنا کہ اللہ میری مشکلات دور فرمائے، گناہ نہیں؛ مگر ضرورت مند انسان صدقہ کے زیادہ مستحق ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ۳/ ۳۰۲)

سگریٹ پینے سے وضو کا حکم

سوال: کیا سگریٹ پینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: سگریٹ پینے سے وضو نہیں ٹوٹتا؛ لیکن منہ کی بدبو کا پوری طرح دور کرنا ضروری ہے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ۳/ ۹۲)

---

* استاذ شعبۂ عالمیت ادارہ ہذا

کسی ایک رکعت میں ایک سجدہ بھول گیا پھر نماز میں یاد آنے پر کیا کرے؟

سوال: جب کوئی آدمی پہلی یا دوسری رکعت میں سجدہ کرنا بھول جائے تو اب کیا کرے؟ اسے لوٹانے کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟

جواب: اگر ایک سجدہ کسی رکعت کا رہ گیا ہو تو سلام پھیرنے سے پہلے پہلے جب یاد آجائے ادا کرلے، اور سجدۂ سہو کرلے، اور اگر سلام پھیرنے کے بعد یاد آئے تو نماز دوبارہ پڑھے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۴/ ۵۳)

"نماز مومن کی معراج ہے" کیا یہ حدیث ہے؟

سوال: " نماز مومن کی معراج ہے" یہ حدیث ہے یا نہیں؟

جواب: صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث نہیں ہے؛ بلکہ کسی بزرگ کا قول ہے؛ لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت کیے بغیر یہ جملہ استعمال کیا جاسکتا ہے کہ نماز مومن کی معراج ہے؛ اس لیے کہ نماز انسان کو اللہ تعالیٰ سے ملانے کا ذریعہ ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح: ۲/ ۶۲۴)

آیتِ سجدہ دیکھنے یا لکھنے سے سجدۂ تلاوت

سوال: اگر کوئی آیت سجدہ دیکھے یا لکھے تو کیا سجدۂ تلاوت واجب ہے؟

جواب: سجدۂ تلاوت آیتِ سجدہ پڑھ لینے یا سن لینے سے واجب ہوتا ہے، محض آیتِ سجدہ پر نظر ڈال لینے یا لکھ لینے سے واجب نہیں ہوتا۔

(نور الایضاح ۱۹۳ طبع مصر بر مراقی الفلاح ۲۴، ص ۶۲ ج ۲ الفتاویٰ التاتارخانیہ ۲/ ۴۶۲)

حائضہ یا نافسہ کو انتقال پر غسل دینے کا حکم

سوال: اگر کسی عورت کا حالتِ حیض یا نفاس میں انتقال ہوجائے تو اس کو غسل کیسے دیا جائے؟

جواب: اگر عورت حیض یا نفاس کی حالت میں مرجائے تو اس کو بھی عام میت کی طرح غسل دیا جائے گا، حیض اور غیر حیض اور نفاس اور غیر نفاس والی عورت کے غسل میں کوئی فرق نہیں ہے، اور ایک ہی دفعہ غسل دینا کافی ہے۔ حیض ونفاس کی وجہ سے دو دفعہ غسل نہیں دیا جائے گا۔ (ردالمحتار 2/195)

ASHRAFUL JARAID MONTHLY Rs20/-
RNI No: APURD/2007/24089 Postal. No: RD/RNP/HSE/884/20-22
Date of Publication 3rd March-21, date of Posting 5th March-21

Printed.Published and Owned by Mohd Abdul Qavi, # 17-1-391/2, Khaja Bagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059
Published from: # 17-1-391/2, Khaja Bagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059
Editor : Mohammed Abdul Qavi. Printed at: Aish Offset Printers, Behind Masjid e Meraj, Sayeedabad, Hyd.